لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

اتباع کرو تاجدار مدینہ کی!

جن لوگوں نے متاع دنیا اور اس کے چند روزہ ظاہری سامان ہی کو اپنا محبوب حقیقی اور قبلہ مقصود بنا لیا ہے اور جن کی حالت قرآن نے یہ بیان کی ہے کہ "الذین رضوا بالحیوۃ الدنیا واطمأنوا بہا" وہ لوگ جو صرف حیات دنیا پر راضی اور مطمئن ہو گئے" حقیقت شناس صاحب بصیرت تو ان کو یہی کہیں گے۔

آنانکہ بجز روئے تو جائے نگرانند
کوتہ نظرانند چہ کوتہ نظرانند

لیکن بہرحال ان کا یہ مقصود برلن اور امریکہ کی منڈیوں میں چین و جاپان کے بازاروں میں اسٹالن اور مارکس کی چوکھٹ پر جبہ سائی کرنے میں حاصل ہو جانا ناممکن ہے، لیکن مسلمان جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والا ہے، وہ ان بے دینوں کی نقل اتار کر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، اس کے لئے دنیوی عزت و دولت کے حصول میں بھی بجز سبز گنبد میں آرام فرمانے والے تاجدار مدینہ سید الانبیاء والمرسلین سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے کہیں جائے پناہ نہیں، ہمارے خواجہ صاحب مرحوم نے خوب فرمایا ہے۔

بنیں ہم نہ ہندی نہ روسی نہ نازی
بنالیں بس اپنے کو سچا حجازی
ہمیں پھر بہرحال لے جائیں بازی
مریں تو شہید اور ماریں تو غازی

تاریخ اسلام کا مجرئ اس پر شاہد ہے کہ مسلمان قوم نے جب کبھی اسوۂ حسنۂ نبویہ سے منہ موڑا تو دنیا کی عزت و دولت نے بھی اس سے منہ موڑ لیا، جس وقت وہ تعلیمات نبویہ کے حامل اور ان پر پورے عامل تھے تو ان کے عروج و اقبال کا یہ عالم تھا کہ جنگل میں سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جانے والے امیر المومنین کے نام سے کسریٰ و قیصر کے محلات میں زلزلہ پڑ جاتا تھا۔

قباؤں میں پیوند پیٹوں پہ پتھر
قدم کے تلے تاج کسریٰ و قیصر

اور جب انہوں نے اس میں غفلت و کوتاہی شروع کی تو چار دانگ عالم میں ان کی پھیلی ہوئی سلطنت و حکومت خود بخود سمٹنا شروع ہو گئی نہ اندلس کے قصر حمراء و زہراان کو بچا سکے اور نہ مصر و قاہرہ کی قوت قاہرہ کام آسکی، پھر جب کبھی سنبھلے تو حکومت سنبھل گئی اور بہکے تو سلطنت و حکومت میں بھی زوال آگیا، غرض مسلمانوں کی دنیوی مصائب و آفات اور عزت و دولت اور حکومت وغیرہ سے محرومی بھی ان کے برے اعمال کے نتائج اور تعلیمات قرآن و حدیث سے غفلت اور اعراض کے ثمرات ہیں، اگر ماضی کا تجربہ مستقبل کے لئے مشعل ہدایت اور درس عبرت ہو سکتا ہے تو مسلمانوں کے عہد ماضی کا طویل و عریض زمانہ اور اس کی تاریخ کا ہر موقع ان کو ان کی ہر صلاح و فلاح کیلئے صرف ایک سبق دیتا ہے جو بالکل واضح اور جلی ہے جس کو امام مدینہ حضرت مالک بن انس کے الفاظ میں اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔" لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا ما اصلح بہ اولہا "اس امت کے آخری دور کی اصلاح کوئی چیز بجز اس طریق کار کے نہیں کر سکتی جس کے ذریعہ اس امت کے دور اول کی اصلاح ہوئی تھی" اور یہ ظاہر ہے کہ وہ طریق کار جس نے عرب کے بدؤوں کو تہذیب انسانی کا معلم وحشیوں کو سیاست مدنوں کا مجدد۔ گمراہوں کو دنیا کا رہبر، بداخلاقوں کو خوش اخلاقی کا پیکر، مریضوں کو مسیحا بنا دیا وہ کیا تھا۔ صرف قرآنی نظام اور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ارشادات کا اتباع۔

حیاۃ المسلمین — حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح

۲۵ اکتوبر ۱۹۸۶ء — سالانہ چندہ ۲۵ روپے — فی شمارہ ...

TAMEER-E-HAYAT
FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA. LUCKNOW-226007 (India)

جب خریدیں تب اصلی
نقلی نورانی تیل ہرگز نہ خریدیں
• اگر نورانی تیل کے لیبل پر لائسنس نمبر U-38/77 چھپا ہے تب اصلی ہے
• اگر کیپسول پر ٹریڈ مارک ہے تب مئو کا اصلی نورانی تیل ہے۔

اکثر دوکاندار دو کوڑی والا نقلی نورانی تیل بیچتے ہیں، نقلی بنانے والے اپنا صحیح نام پتہ چھپا کر غلط طور سے ہمارا مئوناتھ بھنجن کا پتہ لکھ کر فراڈ کرتے ہیں اور ہمارے اصلی نورانی تیل اور ٹریڈ مارک کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں، اگر نورانی تیل کے لیبل اور کیپسول پر مذکورہ علامات نہیں ہیں تو بالکل نقلی اور جعلی ہے، ڈرگ انسپکٹر سے اسکی جانچ کرالیں، دوکانداروں کے فریب میں نہ آئیں۔ مذکورہ پہچان دیکھ کر ہمیشہ مئو کا اصلی نورانی تیل خریدیں۔

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی مئوناتھ بھنجن۔ یو۔پی

شربت نزلہ — کھانسی، زکام، نزلہ کے لئے
دماغین
خون صفا

بمبئی کے عوام کا فیصلہ
کیفے فردوس کی چکن تندوری کا جواب نہیں جو ذائقے میں بے مثال ہے
اسکے علاوہ
عمدہ چکن بریانی، مٹن بریانی
اور دوسرے
مغلائی کھانے
لذیذ و خوش ذائقہ
چائینیز کھانے

مثلاً چکن چلی، چکن من چو سوپ، چکن من چورین وغیرہ
اور مزیدار ویجیٹیرین کھانے
مثلاً نورتن قورمہ، ویج جے پوری، ویج مکھن والا وغیرہ
نیز ستارہ پھلوں، سنگر دس اور آئسکریم وغیرہ
بمبئی میں اصل ذائقہ دار مغلائی چائینیز اور ویجیٹیرین کھانوں کیلئے صرف ایک عالیشان مقام
کیفے فردوس
154 ماڈنگ اسٹریٹ، کرافورڈ مارکٹ کے سامنے بمبئی ۳
346634 — 324408

بمبئی میں
خالص گھی اور
میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات
عمدہ و لذیذ
سلیمانی افلاطون
اس کے علاوہ خصوصی پیش کش
ڈرائی فروٹ برفی
• ملک کیک • قلاقند • ملائی • برفی • کوکو ملائی برفی
ہر قسم کے تازہ و خستہ
بسکٹ اور نان خطائیاں
خریدنے کا قابل اعتماد مرکز
سلیمان عثمان مٹھائی والے
منارہ مسجد کے نیچے —— بمبئی
فون: 320059
بیکری: ۳۳ محمد علی روڈ، بمبئی ۳

پرنٹر پبلشر جمیل احمد ندوی نے امیت آفسیٹ پریس، گولہ گنج، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء سے شائع کیا

تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات ۔ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شمارہ نمبر ۲۴	۲۵ر اکتوبر ۱۹۸۷ء مطابق ۴ر ربیع الاول ۱۴۰۸ھ	جلد نمبر ۲۴

اداریہ

شمس الحق ندوی

میلاد النبی اور ہم!

جب یہ شمارہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا تو ماہ ربیع الاول شروع ہو چکا ہوگا، اور سیرت پاک کے جلسوں محفلوں اور میلادوں کا سلسلہ جاری ہوگا، مشاعروں کی مجلسیں سجائی جا رہی ہوں گی کہ یادگار اس کی منائی جا رہی ہے جو محسن انسانیت ہے، جو رحمت عالم ہے، جس نے گمراہی و ضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہدایت کی شمع فروزاں روشن کی، مگر میرے بھائیو کیا ہم صرف یادگار جلسے کر کے اور یہ اسراف و فضول خرچی کر کے اپنے محسن اعظم کا حق ادا کر سکیں گے، اگر ہماری زندگیاں ان کی لائی ہوئی تعلیمات سے خالی و عاری ہوں، ہمارا ماحول و معاشرہ عملی طور پر ان کی تعلیمات کا مذاق اڑا رہا ہو! وہ ہمارے لئے اور پوری انسانیت کے لئے اسوۂ کامل تھے، عقیدہ میں، اخلاق میں، عبادات میں، معاملات میں، معاشرت میں ادائیگی حقوق میں، لین دین میں، خرید و فروخت میں، گھر میں بازار میں، دوستوں کی مجلس میں، دشمنوں کے نرغے میں، غور کیجئے ان میں ہمارے پاس کیا باقی رہا ہے! "وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" لوگو! تمہارے لئے خدا کے رسول کی زندگی میں بہترین پیروی ہے۔

.... دنیا میں بہت سے رسول آئے اور اپنے وقت پر چلے گئے، ہمارے رسول سارے رسولوں کے امام محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم بھی آئے اور خدا کا پیغام سب کچھ جھیل کر خدا کے بندوں تک پہنچایا اور پھر خدائے برتر و بالا نے ان کو بھی اپنے پاس بلا لیا، مگر ایسا نہ ہوا کہ آپ کے جانے کے بعد انسانیت تاریکی و اندھیرے میں رہ جاتی، آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت فرمایا میں جا رہا ہوں مگر تم کو بے نور نہیں چھوڑ رہا ہوں تمہیں کامل ہدایت و روشنی دے کے جا رہا ہوں، جب تک تم اس روشنی و رہنمائی میں چلوگے کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے، فرمایا۔ "تَرَكْتُ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي" میں تم میں دو مرکز ثقل چھوڑ جاتا ہوں خدا کی کتاب اور اپنا عملی راستہ،

ماہ ربیع الاول کے اس مبارک مہینے میں ہمارے علماء اور واعظین، مقررین خوش بیان، شعراء خوش الحان سیرت پاک کے ہر پہلو پر روشنی ڈالیں گے، اگر یہ ہماری مجلسیں صرف خوبصورت پنڈال بنانے، عمدہ عمدہ ایک سے بڑھ کر ایک گیٹ بنانے، گنبد خضراء کی نقل اتارنے اور اس کو سجانے ہی پر ختم ہو گئیں، اور ہم نے اپنی زندگی میں تبدیلی لانے اور اس کو اسوۂ رسول کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش اور عزم نہ کیا تو خدارا دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کیا ہمارے یہ جلسے اور سجاوٹیں رسول پاک (فداہ أبی و امی) کو خوش کر سکیں گی۔ حدیث پاک کے مطابق ہر جمعرات کو آپ کے سامنے امت کا عمل پیش کیا جاتا ہے۔ اس وقت دنیائے انسانیت نہایت بھیانک دور سے گذر رہی ہے۔ اخلاقی بگاڑ، خود غرضی و خدا فراموشی اپنے عروج پر ہے، ہم دنیا کی ان قوموں پر تبصرہ کرتے ہیں جن کے پاس چراغ ہدایت نہیں، لیکن اپنا جائزہ نہیں لیتے، جو دامن نبوی سے وابستہ ہو کر خیر امت کے لقب سے سرفراز ہیں، اس وقت ہم اپنا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہمارے مسلم گھرانوں کی معاشرت کا کیا حال ہے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے (الا ماشاء اللہ) کہ ہمارے اندر بھی وہ تمام برائیاں داخل ہو گئی ہیں جن پر ہم تبصرہ کرتے ہیں اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں۔ ہم اس یادگار دن اپنا جائزہ لیں کہ ہماری زندگی کا کتنا حصہ تعلیمات نبوی کے مطابق ہے اور کتنا اس سے دور، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ پیش کیا آپ کے صحابہؓ نے اس کو اپنے اندر جذب کر لیا، اس لئے وہ دنیا میں چمکے اور چمکے ہی نہیں بلکہ دوسری قوموں کو بھی جہاں کہیں وہ پہنچے ان کو چمکا دیا ان کے ہر کام میں خدا کی رضا و خوشنودی پیش نظر ہوتی تھی، مولانا سید سلیمان ندویؒ شمع نبوت کے ان پروانوں کی تصویر اس طرح کھینچتے ہیں۔

"اختلاف استعداد کے باوجود ایک چیز جو مشترک طور پر سب میں نمایاں تھی وہ ایک بجلی تھی جو سب میں کوند رہی تھی، ایک روح تھی جو سب میں تڑپ رہی تھی، وہ بادشاہ ہوں یا گدا، امیر ہوں یا غریب، حاکم ہوں یا محکوم، قاضی ہوں یا گواہ،

نگران اعلیٰ

مولانا ابو العرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی

محمود الازہار ندوی

خط و کتابت کا پتہ:

نیجر "تعمیر حیات"

پوسٹ بکس نمبر ۹۳

ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔ انڈیا۔

زر تعاون

سالانہ :	پینتیس ۳۵ روپے
ششماہی :	پچیس ۲۵ روپے
فی پرچہ :	ایک روپیہ پچاس پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، رجسٹرڈ ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک :	۲۰ ڈالر
افریقی ممالک :	۲۰ ڈالر
یورپ و امریکہ :	۳۰ ڈالر

نوٹ

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپکا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس روپے ارسال فرمایئے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں

یوم بدر۔ نبی کا ایک آئینہ

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ

بارہویں تاریخ مارچ ۶۲۴ عیسوی کی ہے اور بارہویں تاریخ ماہ رمضان ۲ ہجری کی بھی، کہ مدینہ سے ایک قافلہ ایک بڑی مہم پر ایک بڑے میدان کی طرف رواں ہے، فاصلہ بھی کچھ ایسا کم نہیں، کوئی چار منزل۔ قافلہ میں آدمی تین سو سے اوپر اور اونٹ کل ستر، نتیجہ یہ کہ ایک ایک اونٹ کے حصہ دار تین تین، اور سوار ہونا تو ایک وقت میں دو ہی کیلئے ممکن تھا۔ اس لئے ایک ساتھی کو تو لامحالہ پیدل ہی چلنا پڑتا۔ اور یہی صورت قافلہ کے سردار کے لئے بھی۔ یہ صاحب ادھیڑ عمر کے یہی کوئی ۵۳۔۵۴ سال کی عمر کے۔ دونوں ساتھی سن میں چھوٹے۔ دونوں ادب کے ساتھ اور جذبۂ اطاعت و وفاداری کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ "محترم سردار! اس باری یہ خوشی بخشتے ہیں۔ ہم لوگ پیدل بہ آسانی چل لیں گے۔ ہمارے بجائے آپ ہی سواری پر تشریف رکھیں"

خلوص سے بھری ہوئی درخواست فدائیوں کی طرف سے تھی جو سن میں بھی چھوٹے تھے۔ مگر سنئے کہ محترم آقا کی طرف سے جواب کیا ملتا ہے ہمارے آپ کے لفظوں میں یہ کہ:۔

"تم دونوں کچھ مجھ سے زیادہ قوی تو نہیں (پیدل جیسے تم چل سکتے ہو، میں بھی چل سکتا ہوں) اور رہا وہ اجر جو پیدل چلنے کی مشقت سے حاصل ہوتا ہے تو اس کے بھی حاجت مند جیسے تم ویسے میں"

جواب آپ نے سن لیا؟

ملک و قوم کے سرداران ذی شان آج اس بیسویں صدی میں بھی جس آن بان، جس کر و فر سے سفر کرتے رہتے ہیں، اس کے نمونے آپ کی آنکھوں کے سامنے ہیں، ذرا ان نمونوں کو سامنے رکھ کر پھر اس سادے سے

جواب کو جانچئے، تولئے، پرکھئے اور اس پر جھوم جھوم اٹھئے۔ بقول شخصے:۔

"چشم بر روئے او کشا بازبہ خویشتن نگر"

سوال و جواب، اب آپ سمجھ گئے کس کس کے درمیان رہا؟ درخواست پیش کرنے والے تھے 'دو نو عمر صحابی' فدائیت کی منزلیں طے کئے ہوئے اور جواب دینے والے تھے ہمارے رسول اکرمؐ۔ اللہ کے پیارے اور ہم سب کو درس ہدایت دے جانے والے۔ اب دیکھئے تو اس مختصر سے بول میں کتنا بڑا سبق دے گئے۔ شرافت کا، کسر نفس کا، شفقت کا، مساوات کا، اپنی عبدیت کا، اللہ سے اپنے ربط و تعلق کا اور اجر آخرت کی طلب حرص کا

یہی ہے وہ محبوب و محترم اور سراپا عمل ہستی جس کی سالانہ یاد منانے ہم اور آپ جمع ہوئے ہیں یہ پیاری اور برگزیدہ شخصیت تو اس قابل ہے کہ اس کی یاد سال میں ایک بار کیسی، سال کے ہر روز بلا ناغہ منائی جائے۔ اور دن میں ایک بار نہیں، پانچ پانچ بار۔ درود نامحدود اس ذات پاک پر

اب آپ میدان بدر تک تو آہی چکے ہیں تو ذرا ایک آدھ منظر اور دیکھتے چلئے۔ ادھر مقابل لشکر قریش ہر طرح ساز و سامان سے لیس، کیا گھوڑے اور کیا اونٹ۔ کیا تلوار اور کیا زرہ۔ ہر اعتبار سے۔ اور ادھر مادی بے سر و سامانی ہر معیار سے۔ اب رہی تعداد تو ادھر ایک ادھر تین۔ ادھر تین سو تیرہ، ادھر ایک ہزار اس پر مردانگی اور خود اعتمادی کا یہ عالم کہ سرور و سردار نے مقابلہ کر ہی کے چھوڑا اور رہتی دنیا تک ایک باقی رہ جانے والا نقش ہمت و حوصلہ کا چھوڑ دیا۔

معرکۂ جنگ تو خیر ۱۷ر رمضان یوم جمعہ کو صبح گرم ہونا تھا۔ اس رات میں دیکھنے والے کیا دیکھتے ہیں کہ یہی دلیر و باہمت سردار ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا اپنے رب سے راز و نیاز میں معروف ہے چشم

گریاں، قلب لرزاں، زبان پر الفاظ کچھ اس طرح کے امڈ امڈ کر آ رہے ہیں۔

الٰہی!

اگر تو نے ان مٹھی بھر بندوں کو ہلاک کر دیا تو پھر اس زمین پر تیری بندگی کبھی نہ ہوگی ٭

الٰہی!

تو نے وعدہ امداد کا مجھ سے کیا ہے تو اسے پورا فرما۔

الٰہی! تیری ہی مدد کی درخواست ہے اللہ اللہ۔ ہمت و دلیری کا ذکر تو آپ ابھی سن ہی چکے تھے۔ عبدیت، خشیت، اعتماد علی اللہ کا نقشہ اب آپ نے دیکھ لیا؟ سیرت و کردار کی کتنی گہرائیوں سے پردے اس ایک واقعہ بدر سے ہٹ گئے، اور اخلاق و روحانیت و معرفت حق کے کتنے سبق اس واقعہ کے اندر مل گئے؟

تاریخ کا ورق ذرا سا اور الٹئے۔

سال ہجری اب ۵ھ ہے اور مہینہ ذیقعدہ کا، کہ یکبارگی سارے دشمنوں نے مل کر مدینہ پر چڑھائی کی ٹھان لی۔ قریش خود بھی زور و طاقت میں کیا کم تھے۔ اب کے اپنے ساتھ کیلئے سارے ہی پر قوت قبیلوں کو توڑ لیا، اور پھر ان سب کی کمک پر قوم یہود۔ اس ٹڈی دل نے آکر شہر مدینہ اور اس کے گرد و نواح کو گھیرے میں لے لیا۔ مقابلہ کیلئے مسلمانوں نے یہ ٹھہرائی کہ شہر سے باہر نکل کر ارد گرد ایک خندق کھود لیں، خندق جنگی اغراض کیلئے، باقاعدہ کھودنے کی یہاں مشق ہی کس کو تھی۔ کام رسولؐ ہی کی رہنمائی میں شروع ہوا اور بغیر کسی سفر مینا پلین کی امداد کے کام آپ نے یوں کرایا کہ جیسے کوئی ماہر فن انجینئر ہی کراتا اور اب حال یہ تھا کہ خود بھی کدال، پھاوڑا ہاتھ میں لئے دوسروں ہی کی طرح کھدائی کر رہے ہیں، جاں نثار صحابیوں کی نہیں نہیں کے باوجود۔ پورا شہر محاصرہ میں، باہر سے رسد کی آمد بند، قحط کی سی صورت حال نمودار ہو گئی، بھوک سے نڈھال صحابیوں نے پیٹ پر پتھر باندھ لئے۔ اور اب جو دیکھا تو ان سے زیادہ فاقہ کشی کا عالم خود سرور عالم پر طاری، شکم مبارک پر ایک پتھر کے بجائے دو دو پتھر بندھے ہوئے۔

دیکھ لیا آپ نے؟ دنیا کی کس فوج کا سالار اپنے ادنیٰ ادنیٰ سپاہیوں کے ساتھ عمل میں مساوات

اختیار کریگا، اور مساوات کیسی، یہاں تو صورت سپاہیوں سے بازی لے جانے کی رہی۔ جو حکمرانوں میں سب سے بڑھ کر عادل اور داناؤں کی صف میں سب سے بڑا عاقل اور عالموں میں سب سے بڑا فاضل تھا وہ مزدوروں کی قطار میں شامل ہو کر بھی کیسا فرد کامل نکلا۔

پاک و پاکیزہ، مبارک و متبرک زندگی کا لب لباب یا عطر جو کچھ کہئے، ان ہی دو ایک جھلکیوں میں کھنچ آیا۔ اب ان کی شرح کرنے پر آیئے یا واقعات کو تفصیل سے ایک ایک کر کے گنایئے، تو منٹ اور گھنٹے کیسے، ساری رات تمام ہو جائے اور یہ ذکر جمیل تقریباً بھی تمام ہونے کو نہ آئے۔ اللہ کا حق سب سے زیادہ ادا کرنے والا، اللہ کی عظمت کو دل میں سب سے بڑھ کر جگہ دینے والا، اللہ کی محبت میں رگ رگ سے غرق رہنے والا، اللہ کے بندوں میں سے ایک ایک کا حق پہچاننے والا، ہر مظلوم کا ہمدرد، ہر غمگین کا غمگسار، ہر عاجز و درماندہ کا دستگیر، ۲۰ر اپریل ۵۷۱ء بمطابق ۱۲ر ربیع الاول ۵۲ قبل ہجرت اس دنیا کو خیر و برکت سے منور کرنے کو مکہ کی سرزمین پر ظاہر ہوا، اور آٹھ جون ۶۳۲ء بمطابق ۱۲ر ربیع الاول ۱۱ھ کو مدینہ کی سرزمین سے اپنے مالک و مولا کے حضور میں روانہ ہو گیا۔ عمر سن قمری کے حساب سے ۶۳ سال کی پائی۔

نبوت کے حصہ میں کل ۲۳ سال کی مدت آئی اور اس میں سے بھی بارہ سال کا زمانہ دعوت و موعظت اور ایک بڑی ہی ضدی اور سرکش قوم کی طرف سے مخالفت کی نذر ہو گیا مسلمان تو خیر اس ذات کو وسیلۂ نجات سمجھتے ہی ہیں اور اس کی شان میں

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

کا کلمہ پڑھتے ہی رہتے ہیں، باقی اس کی امانت، دیانت، عفت، ہمت، شرافت، حسن اخلاق، فہم و فراست، تدبر و تنگ دستی، جود و سخا، دلیری و مردانگی کی گواہی جس طرح پچھلے منکروں نے دی، اسی طرح آج تک یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے فاضل و عاقل دیتے چلے آ رہے ہیں اور اس کی نعت گویوں کی فہرست میں

بقیہ صـ ۷ پر

سیرت کا پیغام

موجودہ دور کے مسلمانوں کے نام

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

سب جانتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی دنیا کچھ ویرانہ اور کوئی قبرستان نہ تھی، زندگی کا چکر جس طرح اس وقت چل رہا ہے، بہت تھوڑے سے فرق کے ساتھ اس وقت بھی چل رہا تھا، سارے کاروبار آج کی طرح ہو رہے تھے، تجارت بھی تھی، زراعت بھی تھی اور حکومتوں کا نظام چلانے والے اور ان کی مشنری میں فٹ ہونے والے بھی موجود تھے، اس وقت کی دنیا کے لوگ اس زندگی پر بالکل قانع اور مطمئن تھے، اور ان کو اس میں کسی ترمیم یا اصلاح یا تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنی زمین کا نقشہ اور دنیا کی یہ حالت بالکل پسند نہ تھی، حدیث میں اسی زمانے کے متعلق ہے۔ ان اللّٰہ نظر الی اھل الارض فمقتھم عربھم وعجمھم الا بقایا من اھل الکتاب۔

اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر نظر ڈالی اس نے روئے زمین کے تمام باشندوں، کیا عرب کیا عجم سب کو بے حد ناپسند فرمایا اور ان سے بیزار ہوا سوا اہل کتاب کے چند افراد کے

ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کے ساتھ ایک پوری قوم کے ظہور کا سامان کیا ظاہر ہے کہ ان کو کسی ایسے مقصد کے لیے پیدا کیا تھا، جو دوسری قوموں سے پورا نہیں ہو رہا تھا، جو کام وہ سب پورے انہماک اور شوق کے ساتھ انجام دے رہے تھے، اس کے لیے ظاہر ہے کہ کسی نئی امت کو پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی اور انسانی زندگی کے اس پرسکون سمندر میں اس نئے تلاطم کی حاجت نہ تھی جو مسلمانوں کے وجود سے ظہور میں آیا اور جس نے زمین میں ایک زلزلہ ڈال دیا، اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو فرشتوں نے عرض کیا کہ تسبیح و تقدیس کے لیے ہم نیازمند بہت کافی تھے، اس کے لیے اس خاکی پتلہ کو پیدا کرنے کی ضرورت سمجھ میں نہیں آئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ گویا ارشاد فرمایا (اور آگے چل کر واضح کر دیا) کہ آدم صرف اسی کام کے لیے پیدا نہیں ہوئے جو ملائکہ انجام دے رہے تھے ان سے خدا کو کچھ اور کام لینا ہے۔

اگر مسلمان صرف تجارت کے لیے پیدا کیے جا رہے تھے تو مکہ کے ان تاجروں کو جو شام و یمن کا تجارتی سفر کیا کرتے تھے۔ اور مدینہ کے ان بڑے بڑے یہودی سوداگروں کو جن کے بڑے بڑے گرجھنے ہوئے تھے، یہ پوچھنے کا حق تھا کہ اس خدمت کے لیے ہم گنہگار کیا کم ہیں کہ اس کے لیے ایک نئی امت پیدا کی جا رہی ہے اگر زراعت مقصود تھی تو مدینہ اور خیبر کے، طائف اور نجد کے، شام اور یمن اور عراق کے کاشتکاروں اور زراعت پیشہ آبادی کو یہ پوچھنے کا حق تھا کہ کاشتکاری اور زراعت میں ہم محنت و کوشش کا کون سا دقیقہ اٹھا رکھتے ہیں کہ جس کے لیے ایک نئی امت کی بعثت ہو رہی ہے، اگر دنیا کی چلتی ہوئی مشنری میں صرف فٹ ہونا تھا، اور حکومتوں کے نظم و نسق اور دفتری کاروبار کا معاوضہ لے کر چلانا تھا تو روم و ایران کے کارپردازانِ سلطنت کو یہ کہنے کا حق تھا کہ اس فرض کی انجام دہی کے لیے ہم بہت ہیں، اور ہمارے بہت سے بھائی بے روزگار ہیں، اس کے لیے نئے امیدواروں کی کیا ضرورت ہے۔

لیکن درحقیقت مسلمان بالکل ہی ایک نئے اور ایسے کام کے لیے پیدا کیے جا رہے تھے جو دنیا میں کوئی نہ انجام دے رہا تھا، اور نہ دے سکتا تھا، اس کے لیے ایک نئی امت ہی کی بعثت کی ضرورت تھی چنانچہ فرمایا:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ (آل عمران۔۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو

اسی مقصد کی خاطر لوگ وطن سے بے وطن ہوئے اپنے کاروبار کو نقصان پہنچایا، اپنا عمر بھر کا اندوختہ لٹایا، اپنی جمی جمائی تجارتوں پر پانی پھیرا، اپنی کھیتی باڑی اور باغات کو ویران کیا، اپنے عیش و تنعم کو خیرباد کہا، دنیا کی تمام کامیابیوں اور خوش حالیوں سے آنکھیں بند کر لیں، اور زریں موقعے کھو دئے، پانی کی طرح اپنا خون بہایا، اور اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی عورتوں کو بیوہ کیا، ان مقاصد و مشاغل کیلئے۔ جن پر آج مسلمان قانع نظر آتے ہیں اس ہنگامہ آرائی اور اس محشرخیزی کی ضرورت نہ تھی اس کے حصول کا راستہ تو بالکل بے خطر اور ہموار تھا اور اس راستہ پر معاصر دنیا سے کوئی بڑی کشمکش اور تصادم نہیں تھا اور نہ اہل عرب اور دنیا کی دوسری قوموں کے لئے وجہ شکایت تھی، انہوں نے تو بار بار انھیں چیزوں کی پیش کش کی (جو آج عام مسلمانوں کا منتہا ہے) اور ہر بار اسلام کے داعی نے ان کو ٹھکرایا دولت و سرداری، عیش و عشرت اور راحت و تن آسانی کی بڑی پیش کش کو نامنظور کیا، پھر اگر مسلمان کو اسی سطح پر آ جانا تھا، جس پر زمانہ بعثت کی تمام کافر قومیں تھیں، اور اس وقت بھی دنیا کی تمام غیر مسلم آبادی ہے، اور زندگی کے انھیں مشاغل میں منہمک اور سرتاپا غرق ہو جانا تھا، جن میں اہل عرب اور رومی و ایرانی ڈوبے ہوئے تھے، اور انھیں کامیابیوں کو اپنا منتہائے زندگی بنا لینا تھا جن کو ان کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے بہترین موقع پر رد کر چکے تھے تو تو یہ اسلام کی ابتدائی تاریخ پر پانی پھیر دینے کے مرادف ہے اور اس بات کا اعلان ہے کہ انسانوں کا وہ بیش قیمت خون جو بدر و حنین و احزاب اور قادسیہ و یرموک میں بہایا گیا، بے ضرورت بہایا گیا۔

آج اگر سرداران قریش کو کچھ بولنے کی طاقت ہو تو مسلمانوں کو خطاب کر کے وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم جن چیزوں کے پیچھے سرگرداں ہو اور جن چیزوں کو تم نے اپنا حاصل زندگی سمجھ رکھا ہے انھیں چیزوں کو ہم گنہگاروں نے تمہارے پیغمبر (علیہ السلام) کے سامنے پیش کیا تھا وہ تمام چیزیں اس وقت خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر حاصل ہو سکتی تھیں، تو کیا ساری جدوجہد کا حاصل اور ان تمام قربانیوں کی قیمت وہ طرز زندگی ہے، جس کو تم نے اختیار کیا ہے، اور زندگی و اخلاق کی وہی سطح ہے جس پر تم نے قناعت کر لی ہے؟ اگر ان سرداران قریش میں سے جو اسلام کے حریف تھے، کسی کو یہ جرح کرنے کا موقع ملے تو آج ہمارا کوئی بڑے سے بڑا لائق وکیل بھی اسکا تشفی بخش اور مسکت جواب نہیں دے سکتا اور امت کیلئے اس پر شرمندہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے متعلق یہی خطرہ تھا کہ وہ دنیا میں پڑ کر اپنا مقصد نہ بھول جائیں، اور دنیا کی عام سطح پر نہ آ جائیں، آپ نے وفات کے قریب جو تقریر فرمائی اس میں مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا

"ما الفقر اخشٰی علیکم ولکنی اخشٰی ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا فتھلککم کما اھلکتھم"

مجھے تمہارے بارے میں کچھ فقر و افلاس کا خطرہ نہیں ہے مجھے تو اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں دنیا میں تم کو بھی وہی کشائش نہ حاصل ہو جائے جیسی تم سے پہلے لوگوں کو حاصل ہوئی تو تم بھی اسی طرح اس میں حرص و مقابلہ کرو جیسے انہوں نے کیا تو تم کو بھی اسی طرح ہلاک کر دے جیسے ان کو ہلاک کیا۔

مدینہ کے انصاریوں نے جب اس بات کا ارادہ کیا کہ جہاد کی مشغولیت اور اسلام کی جدوجہد سے کچھ دنوں کی فرصت حاصل کر کے اپنے باغوں کھیتوں اور کاروبار کو درست کر لیں اور کچھ مدت کے لئے صرف اپنے کاروبار میں مشغول ہونے کی اجازت حاصل کر لیں، یہ خطرہ بھی ان کے دل میں نہیں گزر سکتا تھا کہ وہ ارکان دین نماز روزہ، حج، زکوٰۃ سے بھی کچھ دنوں کے لئے اپنے کاروبار کی دیکھ بھال کے لئے اپنے آپ کو مستثنیٰ کرا لیں۔ لیکن اسلام کی عملی جدوجہد اور دین کے فروغ اور اس کے غلبہ کی کوشش سے ان کی اس عارضی یکسوئی کو بھی خودکشی کا مرادف قرار دیا گیا اور سورۂ بقرہ کی آیت نازل ہوئی جس کی تفسیر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کی ہے جو

(بقیہ صفحہ ۔۔۔ پر)

نورِ صبحِ ازل، شمعِ غارِ حرا

تاج الدین اشعر

آج کی رات کتنی پُر انوار ہے — چاندنی میں نہایا یہ سنسار ہے
بھیگی بھیگی فضاؤں میں خوشبو کی موج — شب ہے یا حسنِ فطرت کی شہکار ہے
اپنی کرنیں لٹاتا ہے ماہ تمام — ظلمتوں پر اجالے کی یلغار ہے
آج تسبیح پڑھتی ہے موجِ ہوا — اور فضا میں درودوں کی گنجار ہے
کون آیا جہاں میں کہ سارا جہاں
اس کی آمد سے ہے شاد کام
رحمتِ دوجہاں، سرورِ انس و جاں — آپ پر روز و شب صبح و شام
ساری انسانیت کا سلام!

اے سراجِ منیر و بشیر و نذیر — کلمہ خواں ہیں عرب اور عجم آپ کے
زیرِ دامانِ رحمت ہے سارا جہاں — سب ہیں محتاج لطف و کرم آپ کے
مدح خواں آپ کا خالقِ کائنات — وصف قرآن میں ہیں رقم آپ کے
آپ بے شک ہیں سلطانِ شاہ و گدا
آپ کے در کے سب ہیں غلام
رحمتِ دوجہاں، سرورِ انس و جاں — آپ پر روز و شب صبح و شام
ساری انسانیت کا سلام!

سرورِ انبیاءؑ، احمدِ مجتبیٰؐ — نورِ صبحِ ازل، شمعِ غارِ حرا
فخرِ آدم، دعائے خلیل و مسیح — ہر زمانے میں تھا آپ کا تذکرہ
جبرئیلِ امیں قاصدِ معتبر — قلبِ اطہر پہ اترا کلامِ خدا
کس نے ایسا شہنشاہ دیکھا کبھی — ٹاٹ کا فرش تھا نانِ جو کی غذا
جس کے گھر میں نہ سونا نہ چاندی ملے
جھونپڑے میں ہے اور جس کا قیام
رحمتِ دوجہاں، سرورِ انس و جاں — آپ پر روز و شب صبح و شام
ساری انسانیت کا سلام!

ہو رہے تھے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"یاایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط، لایشغلنکم الشیطان بموت نبیکم ولا یفتننکم عن دینکم فعاجلوہ بالذی تعجزونہ ولا تنتظروہ فیلحق بکم۔"

مسلمانو! تم دین پر ٹھیک ٹھیک جمے رہو، تمہارے نبی کی موت کے بعد شیطان تمہیں غافل نہ کر دے، وہ تمہیں تمہارے دین سے ہٹا دے لہٰذا تم ایسا عمل کرنے کی جلدی کرو جس سے شیطان کو بے بس کر دو اسے اپنے پاس پھٹکنے کا موقع نہ دو کہ تمہارے دلوں میں وسوسے ڈالے اور تم کو گمراہ کرے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ان آب زر سے لکھنے کے قابل الفاظ کو ہمیں اپنی لوح دل پر لکھ لینا چاہئے اور اس مبارک مہینہ کی مبارک گھڑیوں میں یہ فیصلہ کر لینا چاہئے کہ ہماری زندگی کا ہر عمل اب اسوۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ہوگا۔ ورنہ ہم قیامت میں ان کو کیا منہ دکھائیں گے جن کی محبت میں سرشار ہو کر اقبال نے کہا تھا اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی تھی کہ اے مولا اگر تو حساب لینا ہی ضروری سمجھے تو محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ لے ہمیں ان سے بڑی شرم آئے گی۔

یا اگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفےٰ پنہاں بگیر

افسر ہوں یا سپاہی، استاد ہوں یا شاگرد، عابد و زاہد ہوں، یا کاروباری، غازی ہوں یا شہید، توحید کا نور، اخلاص کی روح، قربانی کا ولولہ، خلق کی ہدایت و رہنمائی کا جذبہ، اور بالآخر ہر کام میں خدا کی رضا طلبی کا جوش ہر ایک کے اندر کام کر رہا تھا، وہ جو کچھ بھی ہوں جہاں بھی ہوں اور جو بھی کر رہے ہوں یہ فیضان حق سب میں یکساں اور برابر تھا، راستوں، رنگوں اور مذاقوں کا اختلاف تھا، مگر خدا ایک تھا، قرآن ایک تھا، رسول ایک تھا قبلہ ایک تھا، ہر رنگ، ہر راستہ اور کام سے مقصود دنیا کی درستی، خلق کی ہمدردی، خدا کے نام کی اونچائی اور حق کی ترقی تھی، اور اسکے سوا کوئی چیز ان کے پیش نظر نہ تھی"۔

گو زمانہ دراز ہو گیا لیکن آخر ہم بھی تو ہیں آپ ہی کی امت، پھر ہم ان کی زندگی کو نمونہ کیوں نہیں بناتے، کیوں در در کی ٹھوکر کھاتے اور گرتے ہیں، کیا اچھا ہو کہ ہم ربیع الاول کے موقعہ پر یہ فیصلہ کریں کہ ہم اب اپنی زندگیوں میں انقلابی تبدیلی لائیں گے، اپنی زندگیوں سے تمام رسوم و رواج، بے عملی و کوتاہی عمل، حق تلفی و دھوکہ، غرض یہ کہ ان تمام چیزوں کو نکال پھینکیں گے جو خدا و رسول کو ناراض کرنے والی ہیں اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہیں، ہم اپنے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور اپنے گھریلو ماحول کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں گے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جب تمام صحابہ کرام رضا از خود رفتہ

بقیہ: سیرت کا پیغام

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

اللہ کے راستہ پر خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور اچھی طرح کام کرو بے شک اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

مسلمان کی زندگی کی اصلی ساخت یہی ہے کہ یا تو اسلام کی دعوت اور عملی جدوجہد میں مشغول ہو، یا اس دعوت اور عملی جدوجہد میں مشغول ہونے والوں کے لئے پشت، پناہ و مددگار ہو، اس کے ساتھ بھی عملی جدوجہد میں حصہ لینے کا عزم و شوق رکھتا ہو، مطمئن شہری اور محض کاروباری زندگی اسلامی زندگی نہیں، اور کسی طرح بھی یہ ایک مسلمان کا مقصود حیات نہیں ہو سکتا، جائز مشاغل زندگی، جائز وسائل معیشت ہرگز ممنوع نہیں بلکہ نیت و اجر طلبی کے ساتھ عبادت و قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں، مگر یہ سب جب دین کے سایہ میں ہوں اور صحیح مقاصد کا وسیلہ ہوں نہ کہ خود مقصود بالذات۔

سیرت محمدیؐ کا یہ سب سے بڑا پیغام ہے، جو خالص مسلمانوں کے نام ہے، اس کی طرف توجہ نہ کرنا اس کے مقصد کو ضائع کرنا اور سب سے بڑی حقیقت کی طرف سے چشم پوشی ہے، جو سیرت محمدیؐ مسلمانوں کے سامنے پیش کرتی ہے

نعت

محمد مبین الرحمٰن تواں محررِ شعبہ

وہی نورِ حسیں جو باعثِ تخلیقِ آدم تھا
کبھی طیبہ کی گلیوں میں ضیاء افروزِ عالم تھا

کبھی تھا بزمِ عرفاں میں وہی اخلاق کا پیکر
کبھی وہ رزم گاہِ جہد میں عزمِ مصمم تھا

اسی کی بارگاہِ نور وہ شمعِ ہدایت تھی
شعاعِ نور سے معمور جس کی ایک عالم تھا

شرف کیا کیا ملا صحبت سے اس کی ہم نشینوں کو
کوئی صدیقِ اکبرؓ تھا کوئی فاروقِ اعظمؓ تھا

نہ محرومِ متاعِ دین و ایماں کوئی رہ جائے
اگر غم تھا کوئی لو مجسم کو تو یہ غم تھا

چراغ دئیے زیبا پہ فدا تھے ایسا پروانے
کہ ایمائے نظر پہ جان دے دینا تواں کم تھا

ملیشیا میں

مولانا سید ابوالحسن علی صاحب حسنی ندوی کی آمد

دوسری قسط

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
صدر شعبۂ ادب عربی ندوۃ العلماء لکھنؤ

کوالالمپور پہنچنے کے دن کوئی باقاعدہ پروگرام نہیں رکھا گیا تھا، لیکن بعد مغرب میزبان حضرات جو ابیم کے عموماً ذمہ دار حضرات تھے ملنے آگئے اور ان کے ساتھ ایک دوستانہ نشست رہی، انہوں نے مولانا مدظلہ سے نصیحت کے طور پر کچھ مختصر طور پر فرمانے کو کہا، چنانچہ مولانا مدظلہ نے حاضرین کے داعیانہ مقام و کام کے لحاظ سے مختصر الفاظ میں کچھ فرمایا جس میں مسلمان داعی کے اخلاق و صفات اور داعیانہ فہم کے سلسلہ میں اسلام کی دعوتی تاریخ کی بعض روشن مثالوں کے حوالے سے کچھ رہبر اور مفید باتیں فرمائیں، اس گفتگو اور حاضرین کے فرداً فرداً تعارف پر مجلس برخواست ہوئی۔

قیام گاہ پر مدد اور دیکھ بھال کے لئے شیخ احمد فہمی زمزم، انڈونیشی اور ان کے بعض مقامی رفقاء نے بھی قیام اختیار کیا، شیخ احمد فہمی زمزم نے ندوہ میں کئی سال رہ کر عالمیت اور فضیلت دونوں کے نصاب کی تکمیل کی اور سند حاصل کی، سمجھ دار اور متوازن اور ذی استعداد عالم ہیں، تحریر و تقریر کی اچھی صلاحیت پیدا کر لی ہے، انہیں کی طرح شیخ محمد علی رجب انڈونیشی بھی ہیں انہوں نے صرف عالمیت کی تکمیل کی ہے، شیخ محمد علی رجب نے تو ملیشیا کی باقاعدہ ملکونت اختیار کر لی ہے۔ اور وہ "معہد التربیۃ الاسلامیہ قدح" کے نائب مدیر بھی ہو گئے ہیں اور وہ مدیر معہد شیخ نعمت یوسف کے داماد بھی ہیں، مولوی احمد فہمی زمزم کو بھی اسی معہد میں جگہ مل گئی ہے، اس طور پر اس معہد میں دونوں نوجوان اپنی صلاحیتوں سے فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

اگلے روز کا پروگرام ملیشیا کے شمال مشرقی صوبہ ترنگانو جانے کا رکھا گیا تھا جہاں صبح طیارہ سے جاکر شام کو کوالالمپور واپس آنا تھا، فاصلہ تقریباً ڈھائی سو میل کا ہے، چنانچہ صبح سویرے ترنگانو کے صدر مقام کوالا ترنگانو کا سفر ہوا وہاں اس وقت ایک اہم داعی شخصیت شیخ عبدالہادی اونگ کی ہے، جنہوں نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تعلیم کی تکمیل کی، انہوں نے یہاں اپنے وطن میں اپنے دعوتی و تربیتی کام کے ذریعہ اچھا رسوخ حاصل کر لیا ہے۔ ہر جمعہ کو ان کی بڑی مسجد میں ان کا خطاب ہوتا ہے جس میں قرب و جوار سے اچھی تعداد آکر اکٹھا ہوتی ہے شیخ عبدالہادی نے مولانا مدظلہ کا قدر و مسرت کے ساتھ استقبال کیا، انہوں نے مولانا مدظلہ کی اس آمد کا پہلے سے اعلان کر رکھا تھا، چنانچہ مجمع اکٹھا ہو چکا تھا جس کو مولانا مدظلہ نے وہاں پہنچنے پر خطاب کیا ترجمانی خود شیخ عبدالہادی نے کی۔

خطاب کے بعد جمعہ کے وقت میں تھوڑا وقفہ تھا وہ شیخ عبدالہادی کے مہمان خانہ میں گذرا، پھر جمعہ کی نماز انہی کی مسجد میں ادا کی، جمعہ کا خطبہ شیخ عبدالہادی نے دیا اور نماز پڑھائی، عصر کے قریب تک وہیں قیام رہا، عصر اول وقت ادا کر کے شہر سے باہر واقع زین العابدین ہال میں ایک جلسہ کو خطاب کرنے کا پروگرام پہلے سے طے تھا، چنانچہ وہاں پہنچ کر مولانا مدظلہ نے تقریر کی، جس کی نظامت کے فرائض ابیم کے مقامی صدر الحاج ادانج اقبانب صدر الاستاذ زاوادی علی نے انجام دیئے، یہ دونوں حضرات مخلص اور سمجھ دار شخص ہیں۔ ایک سال قبل یہاں ندوہ کے دو استاذ مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی، مولانا شمس الحق صاحب ندوی آچکے تھے۔ انہوں نے جن شخصیتوں کا تعارف کرایا تھا اور ان کی اہمیت اور خصوصیت کی تعریف کی تھی، ان میں شیخ عبدالہادی کے علاوہ ان دو حضرات کا بھی ذکر کیا تھا، ملاقات سے بھی اس کا اندازہ ہوا، مولانا مدظلہ کی تقریر کے بعد سوالات و جوابات بھی ہوئے اور پروگرام مغرب کے قریب ختم ہوا۔

یہاں سے کوالا ترنگانو کے تبلیغی مرکز جانا ہوا یہ ایک وسیع مسجد میں واقع ہے جس کی تعمیر ایک ملیشی مخیر اور تبلیغی شخص حاجی نودا مرحوم نے کی ہے، یہاں تبلیغ کے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں، اس مسجد میں حفظ قرآن کا ایک مکتب بھی قائم ہے جس کے موجودہ ذمہ دار ایک ملیشی ندوی فاضل مولوی عبدالقادر ملیشی ہیں وہ اس موقع سے بہت مسرور ہوئے اور خیر مقدم کیا، مولانا مدظلہ نے یہاں طلبہ و اساتذہ کو ایک مختصر خطاب کیا جس میں علم دین کے حصول اور دعوت دین کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور ان کے لئے دعائے خیر کی، مغرب کی نماز ادا کر کے ایرپورٹ جاتے ہوئے ایک محب کے مکان پر بھی جانا تھا جس کی وجہ سے وقت میں تنگی تھی لیکن پرواز میں کچھ تاخیر کی اطلاع ملنے سے سہولت ہوئی اور عشاء کے وقت پرواز سے کوالالمپور واپسی ہوئی۔

دوسرے روز یعنی یوم شنبہ کے پروگرام میں دن کے اوقات میں قومی یونیورسٹی کی شریعت اسلامی فیکلٹی میں جانے اور اساتذہ سے ملنے اور خطاب کرنے اور شام کے وقت قیام گاہ سے قریب واقع ٹیکنالوجی یونیورسٹی کی مسجد میں طلبہ و اساتذہ کو خطاب کرنے کا پروگرام بھی شامل تھا، چنانچہ دن میں ۱۱ بجے قومی یونیورسٹی جانا ہوا، یہ ایک شاندار اور بڑے اچھے جائے وقوع کی عمارت ہے اور شہر سے باہر ایک مضافاتی مقام پر واقع ہے، شریعہ فیکلٹی (کلیۃ الشریعہ) کا اسٹاف استقبال کے لئے موجود تھا جس میں انچارج ڈین العمید بالنیابۃ اور صدر و شعبہائے تفسیر و حدیث و ثقافت اسلامی وغیرہ تھے، یونیورسٹی کے آڈیٹوریم میں وہ لے گئے۔ حاضرین میں صرف اساتذہ اور بعض ریسرچ اسکالر طلبہ تھے، مولانا مدظلہ نے تعلیمی موضوع پر خطاب کیا اور عہد جدید میں تعلیم کا طریقہ اور عالم اسلام میں اس سے پیدا ہونے والے مسائل کا جائزہ پیش کیا، تقریر کے بعد اساتذہ اور طلبہ نے سوالات کئے جس کے جوابات مولانا مدظلہ نے عنایت فرمائے

شام کو بعد مغرب ٹیکنالوجی یونیورسٹی کی مسجد میں خطاب تھا لیکن بروقت معلوم ہوا کہ اس کے وقت کا اعلان بعد عشاء کا ہے، قیام گاہ قریب تھی، اس لئے قیام گاہ واپس آکے پھر عشاء کی نماز میں پہنچنا ہوا، اور مولانا مدظلہ کی تقریر ہوئی۔

مولانا مدظلہ نے قرآنی آیت "وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس" کو موضوع بنا کر جدید صنعتی و سائنسی ترقی کی اہمیت، مسلمانوں اور اسلامی دنیا کے لئے اس کی ضرورت پر زور دیا، انہوں نے فرمایا کہ "انزلنا" کی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی مشیت اور ارادہ سے انسانوں کے بڑے نفع اور فائدے کے لئے فولاد غیر معمولی مقدار میں پیدا فرمایا، اس سے یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ جس طرح صحف آسمانی کو ہم نے نازل کیا، اور وہ انسانوں کے لئے عظیم نعمت شمار کی جاتی ہیں، اسی طرح فولاد کا وجود بھی خاص مشیت الٰہی کی رہین منت ہے، مولانا نے آگے چل کر فرمایا کہ "باس شدید" اور "منافع للناس" کی تعبیرات خود مستقل معجزے کی حیثیت رکھتی ہیں، باس کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ اس میں قوت پائی جاتی ہے، اس سے اسلحے، آلات تیار کئے جاتے ہیں، بلکہ یہ ایک ایسا وسیع اور جامع لفظ ہے جس میں جنگ، دفاعی ساز و سامان، اسلحہ قوت و شوکت اور دبدبہ سب شامل ہیں، اسی طرح فولاد کی قوت اور نفع کو کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہیں کیا اور نہ ہی اس کے منافع کو محدود فرمایا، مولانا نے یورپ کی جدید سائنسی و صنعتی ترقی میں مسلمانوں کے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یورپ نے استقراء کا نظریہ مسلمانوں سے لے کر اسی پر اپنی ترقی کی بنیاد رکھی اس وقت مسلمانوں کا یہ فرض تھا کہ وہ یورپ کی صنعتی و سائنسی ترقی سے سبق حاصل کرتے اور اس کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے اور ایٹمی اور سائنسی ٹیکنالوجی کے ذریعہ انسانیت کی خدمت کرتے، مولانا نے ٹیکنالوجی یونیورسٹی کے طلباء اور اساتذہ پر زور دیا کہ آپ ان علوم میں ایسی مہارت حاصل کریں کہ آپ کو بڑے سے بڑے عالمی ایوارڈ کا مستحق سمجھا جائے، مولانا نے فرمایا کہ آپ اس علم کے حصول میں یہ نیت رکھیں کہ اس کو حاصل کر کے ہم انسانیت کی خدمت کریں گے اور مسلمانوں کو اور اسلامی دنیا کی ترقی کے لئے کام کریں گے تو آپ کی یہ جد و جہد اجر و ثواب کی مستحق ہوگی، مولانا نے فرمایا کہ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ٹیکنالوجی یونیورسٹی کی مسجد میں نماز پڑھنے والے بیشتر طلبہ ہی تھے، اس طرح دین و دنیا کو اس یونیورسٹی میں یکجا کر لیا ہے جس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔

اگلے روز دن کا پروگرام اہم پروگرام تھا وہ شہر کے اہم اور وسیع ہال میں جو ملک کے پہلے وزیر اعظم تنکو عبدالرحمان کے نام سے موسوم ہے رکھا گیا تھا اور اندازہ تھا کہ ملک کے دار السلطنت کے ایک وسیع ہال میں ہونے نیز اتوار کا دن ہونے کے باعث دانشور طبقہ کے اچھے افراد کے اکٹھا ہونے کی امید ہے، چنانچہ مولانا مدظلہ نے بھی اس کا اہتمام فرمایا۔ ۱۱ بجے دن میں یہ خطاب تھا جو تقریباً ایک گھنٹہ رہا اور مؤثر خطاب رہا، ترجمانی ابیم کے نائب صدر شیخ عبدالغنی شمس الدین نے کی، وہ ایک اچھے فاضل اور عربی و ملیشین کے ماہر بھی ہیں۔

باقی آئندہ

ہماری زندگی میں مصائب و آلام کا راز

تحریر: مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
ترجمہ: سکینۃ الرحمٰن

آج ہم مسلمانوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ ہم ہر اچانک پیش آنے والے حادثے یا مصیبت کے پیچھے مادی اسباب و محرکات کی تلاش و جستجو کرتے نظر آتے ہیں، اگرچہ بعض دفعہ ہم اس کا اظہار زبان سے نہیں کر پاتے اکثر ہم کو اس کا احساس بھی نہیں ہونے پاتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مسلمان عام طور پر ہر آفت و پریشانی کا کوئی نہ کوئی خارجی سبب ڈھونڈھتے ہیں، اور واقعات و حوادث کا محرک مادی حقائق و واقعات کو قرار دیتے ہیں، پھر اس کے بعد آہ و فغاں اور نوحہ خوانی کرتے ہیں اور اس واقعہ کے ذمہ داروں کو لعنت و ملامت کا ہدف بناتے ہیں۔

یہ صورت حال ہمیں ہر سطح پر اور بعض دفعہ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ہر جگہ نظر آتی ہے کہ کسی بھی حادثے کی ساری ذمہ داری ان ریشہ دوانیوں کے سر تھوپ دی جاتی ہے جو مسلمانوں کے خلاف کی گئی ہوں، یا ان خفیہ منصوبوں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے جو دشمن ممالک یا بڑی طاقتوں یا عالمی فوجی تنظیموں یا مجرمانہ سرگرمیوں میں کسی پارٹی کی طرف سے تیار کیا گیا ہو لیکن ہمیں ان واقعات کے اسباب و علل کو اپنی سیرت و کردار میں اپنی سرگرمیوں اور روزانہ کے پروگراموں میں، اپنی گوناگوں مصروفیات میں جادہ حق سے ہٹی ہوئی غلط طریقہ زندگی میں تلاش کرنے کی فرصت نہیں ملتی، اور ان چیزوں میں اپنی تباہ کاری کے اسباب معلوم کرنے کا خیال بھی نہیں پیدا ہوتا اس پہلو پر توجہ دینے سے ہم بالکل غافل ہو بیٹھے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمیں تمام مشکلات و مصائب کو اس ماحول کی روشنی میں سمجھنا ہوگا جس میں ہم اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں خاص طور پر جس کا تعلق ہمارے اخلاق اور اعمال سے ہے جس کو بے خوف و خطر ہم اپنائے ہوئے ہیں۔ آج ہم صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں اور اسلام کے ساتھ ہمارا تعلق محض رسمی رہ گیا ہے، مردم شماری کے سرکاری رجسٹر میں ہم مسلمان ہیں کہنے کو تو آج ہماری تعداد دنیا میں تقریباً ایک ہزار ملین تک پہنچ گئی ہے، مختلف علاقوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں زمام سلطنت بھی ہے۔ اقوام متحدہ اور اس کی سلامتی کونسل میں ان کی وسیع نمائندگی بھی ہے، مادی وسائل اور دولت و طاقت کی فراوانی بھی ہے ان کے پاس عالمی سطح کے ادارے اور موثر رابطے بھی ہیں، لیکن ان سب کے باوجود سب سے کمزور، سب سے بدنصیب اور تمدنی، سائنسی اور معاشرتی زندگی میں سب سے زیادہ پسماندہ مسلمان ہی ہیں۔

آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ وجہ معلوم اور بالکل واضح ہے۔ وہ یہ کہ مسلمانوں نے اپنی مقامی شخصیت کھو دی ہے۔ اور دنیا کی رہنمائی سے خود کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اسلامی زندگی مادی تہذیبوں اور فضائل و آداب سے عاری تمدنوں میں جذب ہو کر اپنا تشخص کھو بیٹھی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام اخلاقی برائیوں کو یکجا طور پر دیکھنا چاہے تو اس کو سب سے واضح اور نمایاں مثال مسلمانوں ہی کی زندگی میں ملے گی، رنگ، نسل، زبان اور علاقے کے لحاظ سے ان میں خواہ کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو لیکن برائیوں کے قبول کرنے میں غیر معمولی اتفاق نظر آتا ہے۔

وہ مقام بلند جہاں سے ہم قوموں اور ملتوں کو خطاب کیا کرتے تھے، علم و ادب اور دین و اخلاق کا درس دیتے تھے، تہذیب و ثقافت اور اجتماع و معاشرت کے آداب سکھاتے تھے، لوگوں کو جہالت و بدبختی کے قعر مذلت سے نکال کر ہدایت و علم کی روشنی میں لاکھڑا کرتے تھے، آج وہ مقام بلند ہماری دسترس سے باہر ہے، آج تو ہم پستی و خواری کے تحت الثریٰ میں پہونچے ہوئے ہیں جہاں ہمیں پامال کیا جا رہا ہے، ہمارے ساتھ ذلت و رسوائی کا معاملہ کیا جاتا ہے، بزور طاقت اپنے حقوق سے دستبردار ہو جانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، آخر ایسا کیوں ہے؟

اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ہم نے اپنے قائدانہ منصب کو خود ٹھکرا دیا اور غلامی کی زندگی پر قانع ہو گئے ہم خود داری اور شرافت کی زندگی بسر کرنے کی روش ترک کر دی، اور شیرازہ منتشر کرنے، اتحاد اور جمعیت کو پارہ پارہ کرنے والی اور اسلامی رشتے سے تعلق منقطع کرنے والی تمام چیزوں کو ہم نے گلے سے لگا لیا،

مزید برآں یہ کہ ہم ان مصائب و آلام کے اسباب اپنے غیروں میں تلاش کرتے ہیں اور اپنی بدبختی و نامرادی کی ذمہ داری دوسروں کے سر تھوپنا چاہتے ہیں۔ ہمارا یہ روش انتہائی حیرت ناک اور قابل تعجب ہے اور عقل سلیم اس کی گتھی سلجھانے سے قاصر نظر آتی ہے۔ ••

رابطہ ادب اسلامی کا سیمینار

اردو زبان و ادب پر سید احمد شہید کی تحریک کے اثرات

اکثر ایسا ہوا ہے کہ اصلاحی و تجدیدی تحریکوں نے زبان و ادب کو نئے افکار و اسالیب اور نئے رنگ و آہنگ سے مالا مال کیا ہے، برصغیر ہند میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اصلاح و جہاد نے جہاں عقیدہ و ایمان کی دنیا میں انقلاب برپا کیا وہیں اردو زبان و ادب کو توحید و اتباع سنت کی دعوت اور شوق جہاد کے میدانوں کی طرف متوجہ کیا مومن اور خرم علی بلہوروی نے جہادیہ قصائد لکھے، سید عبدالرزاق کلامی نے نحوۃ الشام کو نظم کا جامہ پہنایا، حالی نے مسدس میں توحید و اتباع سنت کی طرف توجہ دلائی، سید فخر الدین خیالی نے اسی انداز و اسلوب میں مسدس خیالی لکھی، اسی طرح نثر میں مولانا شاہ اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان نے اردو کو دعوتی اور عوامی زبان بنانے میں مدد دی، پھر اسی زبان و اسلوب میں تذکیر الاخوان لکھی گئی، مولانا کرامت علی جون پوری، مولانا ابراہیم آروی وغیرہ نے متعدد رسائل لکھے جو عوام میں مقبول ہوئے اور کسی نہ کسی انداز میں اس تحریک کے اثرات اردو زبان و ادب پر اب تک باقی ہیں، لیکن ان اثرات کا جائزہ بہت کم لیا گیا ہے، جناب خواجہ احمد فاروقی کے ایک کتابچہ کے علاوہ اس سلسلہ میں اور کوئی کام نظر نہیں آتا۔

اسی وجہ رابطہ ادب اسلامی ہند کی طرف سے "اردو زبان و ادب پر سید احمد شہید کی تحریک کے اثرات" کے موضوع پر ایک مذاکرۂ علمی کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ یہ علمی مذاکرہ دار العلوم ندوۃ العلماء میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صدر رابطہ ادب اسلامی کے زیر صدارت ۸ و ۹ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۱ و ۱۲ نومبر ۱۹۸۷ء ہونے جا رہا ہے۔ انشاء اللہ ۱۱ نومبر کو ساڑھے دس بجے صبح افتتاحی اجلاس ہوگا، اس کے بعد مقالات کی نشستیں ہوں گی، اور ۱۲ کو بعد نماز مغرب اختتامی نشست ہوگی۔ اس سیمینار کے لیے ہندوستان کے عربی مدارس اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ و دیگر ممتاز اہل قلم، اور شعراء کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔

بقیہ: یوم نبی کا ایک لشکر

دس بیس نہیں پچاسوں بلکہ سیکڑوں ہندوؤں کے نام نظر آتے ہیں۔ اسی کے نام کی پکار آج ساڑھے تیرہ سو سال سے ہر روز پانچ پانچ بار دنیا کے گوشے سے ہوتی چلی آرہی ہے وہ کل دس سال کی ننھی سی مدت میں دنیا میں عظیم ترین انقلاب برپا کر گیا۔ اپنے پیچھے ایک منظم حکومت ۱۲ لاکھ مربع میل پر چھوڑ گیا، اور وہ بھی لاکھوں انسانوں کے قتل کے بعد نہیں، ہزارہا جانیں لینے کے بعد نہیں، بلکہ حیرت کے کانوں سے سنئے کہ اس کی ساری لڑائیوں میں دوست دشمن سب ملا کر کل جمع ایک ہزار اٹھارہ انسان کام آئے ــــ ۲۵۹ اپنے اور ۷۵۹ دشمن کے ــــ جبھی تو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے گیارہویں ایڈیشن کا بیان ہے کہ دنیا کی مذہبی شخصیتوں میں سب سے بڑھ کر کامیاب وہی گزری ہے:

The most successfull of all religious personalities.

اور اس کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید کی بابت اسی انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی گواہی ہے کہ روئے زمین پر سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے

The most widly read book in the world.

اور جو امت اس کے نام کا کلمہ پڑھتی ہے اس کی تعداد دنیا کے مختلف ملکوں میں ملا کر ۸۰ کروڑ کی ہے اس ساری زندگی کو اگر ایک مستقل اور مسلسل معجزہ نہ کہئے تو آخر اور کیا کہئے ❋

ہندوستان میں اسلامی تشخص کی تشکیل وحفاظت میں مسلمانوں کی کاوشیں

ڈاکٹر محمد یونس نگرامی
ریڈر شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی

(پہلی قسط)

ترجمہ از عربی
محمد کمال اختر

ہندوستان ایک ایسا قدیم ملک ہے جس کی جڑیں تاریخ کے ہزارہا برس پر پھیلی ہوئی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ وہ مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں، مذاہب اور زبانوں، متنوع لہجوں اور پیچیدہ فلسفوں کا ملک ہے۔ بالفاظ دیگر یہ عجائبات اور متضاد چیزوں کا ملک ہے عالمی تہذیب کو مالا مال کرنے میں اس کا نمایاں کردار اور اہم رول ہے، یہ بذات خود ایک قدیم تہذیب، ژولیدہ فلسفے اور دقیق ریاضی علوم رکھتا ہے، اس کی آغوش میں ہندو، بودھ، جین مسیحیت، اسلام اور اخیر میں سکھ جیسے مذاہب پروان چڑھے۔

لیکن صبح اسلام کے طلوع سے پہلے صدیوں سے یہ ملک سارے عالم سے کٹا ہوا اور اپنی ذات تک محدود تھا اور طویل صدیوں تک اپنی دنیا میں اس طرح محصور رہا کہ نہ ہندوستان کے باہر سے کچھ علوم وافکار یہاں آئے اور نہ ہی یہاں سے باہر گئے۔ پورا ہندوستانی سماج طبقاتی نظام اور نسلی امتیاز پر قائم تھا، شریف گھرانوں کی خواتین ہندوستان کے ان مذکورہ رسوم ورواج کے مطابق (جو مٹ چکے تھے اور اپنی تاثیر کھو چکے تھے) اپنے شوہروں کی وفات پر اپنے آپ کو نذر آتش کر دیتی تھیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان نے ان فرسودہ نظاموں کو مکتبوں کی زینت اور قصۂ پارینہ بنا دیا تھا، اور قدیم ہندوستانی تہذیب بیر ازسالی کا شکار ہو گئی تھیں اور آخری سانسیں لے رہی تھی، اس کو ایک ایسے نئے خون اور طاقتور دین کی ضرورت تھی جو ہندوستانی زندگی کے دھارے کو موڑ دے اور اس میں بنیادی اصلاحات کا کام انجام دے اور اس ہندوستانی سماج کے رگ وریشہ میں خون کی طرح دوڑ جائے جو فرسودہ رسوم ورواج کے بوجھ تلے دب کر کراہ رہا تھا۔

ابوالریحان بیرونی کی کتاب الہند اسلام سے پہلے کے ہندوستانی رسوم ورواج مذاہب اور علوم وفنون پر شاہد عدل ہے، وہ اس موضوع پر اولین کتاب ہے، بہر حال اسلام آیا اور اس نے ان تمام چیلنجوں کو قبول کیا اس نے اپنے عقائد، عبادات، معاملات، اور محاسن کمالات سے ایک اہم کردار پیش کیا جو اس کا ہمیشہ سے امتیازی وصف رہا ہے۔

مسلمان مغربی اسپین اور شمالی ہندوستان میں داخل ہوئے تو ان کو خیر وبرکت کا سرچشمہ بنا دیا اور روئے زمین کو ایک اسلامی بہشت زار میں تبدیل کر دیا ہندوستان پر اسلام کی اس عظیم نعمت کا اعتراف بہت سے محقق ہندو مورخین اور مفکرین نے بھی کیا ہے، جن میں مسٹر جواہر لال نہرو[1] مسٹر سرجوناتھ سرکار[2]، مسٹر کے ایم پانیکر[3] اور وی، این، سی، مہتا، کے نام لئے جا سکتے ہیں۔

قرن اول ہی میں سرزمین ہندوستان نور اسلام سے منور اور ان اولین عرب مجاہدین کے قدموں سے پامال ہوئی، جنہوں نے پانچویں صدی ہجری میں اپنی حکومت قائم کی۔ اس وجہ سے ہندوستان پر جو دور گذرے ہیں ان کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) عربی فتوحات کا عہد،
(۲) افغانی فتوحات کا عہد،
(۳) غلاموں کا عہد،
(۴) مغلوں کا عہد،

مغلیہ عہد کے خاتمے کے بعد ہندوستان پر ایک صدی سے کچھ زائد عرصے تک انگریزی سامراج کا دور دورہ رہا، پھر زبردست کوششوں اور بڑی قربانیوں کے بعد ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کو آزادی حاصل ہوئی۔ ہندوستانی مسلمان گردش ایام کے باوجود اپنے دین حنیف کو بحیثیت اصلی روح، عقیدے اور ضابطۂ حیات کے مضبوطی سے پکڑے رہے، ہندوستان میں اپنے داخلے کے روز اول سے لے کر آج تک ہندوانہ بت پرستی میں ضم ہونے کو ناقابل قبول ٹھہرایا۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے بڑی صعوبتوں اور کٹھنائیوں کو برداشت کیا، شدید تکلیفوں اور بڑی محرومیوں و رسوائیوں کا سامنا کیا اور اس آیت قرآنی پر ایمان رکھتے ہوئے بیش بہا قربانیاں پیش کیں اور جانثاری کا ثبوت دیا،

"من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا"[1]

اسلامی شریعت، سنت نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور توحید خالص ہی ہمیشہ ان کا مطمح نظر اور نصب العین رہی، جس کے کچھ اسباب و محرکات ہیں، ان میں ایک بڑا محرک اسلامی تحریک کا تسلسل اور طاقتور مخلص شخصیتوں کا ظہور رہے،

ہندوستانی مسلمانوں کی خوش بختی رہی ہے کہ ان میں پیہم ایسی قد آور شخصیتیں اور دین اسلام کے مخلص، داعی ومبلغ پیدا ہوتے رہے جنہوں نے خدا کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے ہر قسم کا جہاد کیا اور غلو پسندوں کی تحریفات، باطل نوازوں کی افترا پردازیوں جاہلوں کی تاویلات، متصوفین کے الحاد، بت پرستانہ پیچیدہ اور تخریب کار فلسفوں سے دین اسلام کی حفاظت کی۔ وہ دل کے بڑے نرم، جذبے کے بڑے گرم اور نہایت حساس تھے، انہوں نے ان تمام پاکیزہ صفات کو اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کی خدمت کے لئے استعمال کیا اور ان کو اسلامی دعوت کے تابع کر دیا، اس طرح انہوں نے محبت والفت کے ہتھیار سے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جہاں سے منطق اور عقلی دلائل عاجز رہ جاتے ہیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ ہزاروں بت پرست ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے، اور انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی تعلیمات، اس کے عبادات اور اس خالص توحید کے بیج بو دیئے جس کے بعد عبادت اور دعا میں عبد و معبود کے مابین کوئی واسطہ نہیں ہوتا، دوسرے معبودوں کے پروپیگنڈوں اور بعض انسانوں کے اندر ذات خداوندی کے حلول اور سرائیت کے عقیدے کو قبول نہیں کرتا بس ایک خدا کا اقرار کرتا ہے جو کسی کی ذات کا محتاج نہیں اور سب اس کی ذات کے

سب محتاج ہیں نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ اولاد، نہ کوئی ہمسر اور مدمقابل۔ یہی وہ لوگ اور داعیان حق تھے جنہوں نے اپنے عمل اور طرز حیات سے اس اسلامی اجتماعی عدل کو وجود بخشا جس سے ہندوستان بالکل نا آشنا تھا، انہوں نے اسلامی دعوت (اور اس کے نفاذ میں) کے لیے نئے نئے افق کھولے، انہوں نے حکومت کے بجائے فرد اور سوسائٹیوں کی اصلاح کو اپنی دعوت کا محور بنایا، اس وجہ سے ہندوستان میں اسلامی دعوت نے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی لیکن کچھ ایسے بھی افراد تھے جن کو قرآن وحدیث سے چنداں تعلق نہ تھا، اور وہ صنم آشنا وطنی ثقافت اور پیچیدہ ہندوانہ فلسفوں سے متأثر تھے، کیونکہ وہ لوگ جنہوں نے ہندوستان میں قدم رکھا تھا وہ اسلام کی خصوصیات سے کما حقہ واقف نہ تھے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے رنگ میں اس طرح نہیں رنگے تھے، جیسے صحابہ اور تابعین میں سے مجاہدین اور فاتحین کے، یہی وجہ ہے کہ عقیدۂ توحید پر متصوفین کے اوہام اور خرافات اور بت پرستانہ عقائد کا غلبہ نظر آ رہا ہے، جیسا کہ مشہور فرانسیسی محقق گوستاف لوبون[1] نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، "ہندوستان میں اسلام کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس دین کو بری طرح سے مسخ کیا گیا ہے"[2] لیکن مخلص اسلامی شخصیات نے ہمیشہ حالات کو صحیح رخ کی طرف موڑنے میں کامیاب رہی ہیں اس لیے کہ وہی علم قرآن وحدیث کی حامل تھیں اور ان کی شخصی زندگی میں اسلامی تعلیمات کی پوری جلوہ گری تھی اسی وجہ سے یہ حضرات حکومت وسلطنت کے بجائے افراد اور قالب کے بجائے قلب وجگر اور دل وروح پر حکمرانی کرتے تھے، انہوں نے ہندوستان کی اسلامی دعوت کے میدان میں طلائی کڑیوں کو اس طرح جوڑ دیا کہ آج تک ایک کڑی بھی ٹوٹ نہ سکی، سب سے پہلے جنہوں نے ہندوستان میں اسلامی دعوت کا فریضہ انجام دیا وہ شیخ معین الدین چشتی ہیں، جنہوں نے شہاب الدین محمد الغوری کے عہد اور اس کے حملوں کے زمانے میں (جو ۵۷۱ھ سے ۶۰۲ھ تک جاری رہے) اجمیر کو اپنا اور دعوت اسلامی کا ایک

---

[1] سورۃ الاحزاب

[1] Discovery of India Jawaharlal Nehru.
[2] A. survey of Indian History.
[3] Indian civilization and Islam.

[1] حضارۃ الہند۔ ص ۳۱۰ –
[2] The religiouse policy of the Mughal Emperers.

مرکز بنایا، ان کے بارے میں ابوالفضل آئین اکبری میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے شہر اجمیر میں سکونت اختیار کی اور اسلامی دعوت کے لیے یکسو ہو گئے ان کے ہاتھ پر ہزاروں ہندو مسلمان ہوئے[1]

(اور بعض تاریک راتوں میں دیکھا گیا کہ سلطان شمس الدین التمش جس کے زیر نگیں پورا ملک تھا اور شاہان ہند جس کے آگے جھکتے تھے وہ شیخ بختیار کعکی کے پاس جاتا ہے ان کے پیر دباتا ہے ان کے پاس بیٹھتا اور ان کے قدموں پر آنسو بہاتا، شیخ اس کو تسلی دیتے ہیں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تلقین کرتے ہیں۔

شیخ شہاب الدین دولت آبادی بیمار پڑے اور تکلیف بڑھ گئی تو سلطان ابراہیم شرقی متوفی ۸۴۴ھ ان کی عیادت کرتا ہے اور خدا سے دعا کرتا ہے کہ اسے شیخ کے عوض میں قبول فرما لے، اس کا انتقال ہو جائے اور شیخ زندہ رہیں، اس لیے کہ وہ اس کی سلطنت کا جمال اور اس کے عہد کی برکت ہیں۔

ایسے ہی شاہ محمد تغلق کا اسلامی شعائر کو زندہ کرنے اور بدعات ومنکرات کو ختم کرنے میں بڑا حصہ ہے، عرب سیاح ابن بطوطہ نے ان کے اسلامی کارناموں کا ذکر کیا ہے، ان کے نماز قائم کرنے اور شرعی احکام نافذ کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "نماز ترک کرنے پر لوگوں کو سزا دیتا تھا"۔ نیز شاہ فیروز تغلق نے بھی دین کو قائم کرنے اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے سلسلے میں بعض بنیادی تبدیلیاں کی ہیں[2] اس کے زمانے میں فرق باطلہ نے اپنے عقائد کی نشر واشاعت شروع کر دی، کتابوں اور رسالوں کی تالیف کی، خلفاء راشدین اور تمام علماء پر طعن وملامت کی زبان درازی کی تو شاہ تغلق نے ان کے شنیع اعمال پر گرفت کی، سخت سزائیں دیں اور ان کی کتابوں کو خاکستر کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ سرزمین ہند سے اس فرقہ کی بساط الٹ گئی۔

مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے زمانے میں مسلمانوں کو اپنے دین وعقیدے اور دینی شعائر کو برتنے میں کڑی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا، اس لیے کہ اس نے ایک نئے دین وعقیدے میں ضم ہو جانے کی دعوت دی تھی جس کے کچھ اسباب ومحرکات ہیں، منجملہ ان کے علماء سوء کی ہمنشینی، ان منحرف فرق اسلامیہ کے علماء سے ربط، برہمن بدھسٹ، مجوس، اور مسیحی پادریوں سے تعلقات، بت پرست شہزادیوں سے ازدواجی تعلقات قائم کرنا اور ان سب باتوں کے ساتھ جہل مرکب کے شکار ہونے کا دخل ہے اس نے ان مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے مسلمانوں کو مرتد ہو جانے اور اپنے پرانے مذہب کی طرف عود کرنے کا اختیار دیدیا تھا، اس نے بت پرستوں کی گائے کی تعظیم وعبادت کی خاطر اس کو ذبح نہ کرنے، ہندوانہ جلسوں میں شرکت، اور مسلمانوں کو چچا وپھوپھی اور ماموں وخالہ زاد بہنوں سے نکاح کا ایک شاہی فرمان جاری کر کے منع کر دیا،

اس کے ساتھ ختنے کو روک دیا، سود خواری اور مے نوشی کو حلال قرار دیا، طوائف کو ناجائز تعلقات کی اجازت دی، نکاح موقت (متعہ) کے جواز کا فتوی دیا، عربی زبان کی تعلیم کو منسوخ کیا اور سجدۂ تحریمی کا حکم دیا، وہ چار مرتبہ روزانہ آفتاب کی پوجا کرتا تھا اور ایسے ہی شجر وحجر اور آتش کی پرستش، اس کو اسلامی شریعت اور صاحب شریعت دونوں سے بغض تھا، اس طرح اسلام ایک ایسے ملک میں اجنبی ہو گیا (جس پر پانچ صدیوں تک اسلامی حکمرانی رہی تھی) اور اب آخری سانسیں لے رہا تھا قریب تھا کہ اپنا وجود کھو دے، اس لیے کہ مستقل ایک ایسی مملکت کے انحراف وبے دینی کا تھا جو روئے زمین کی سب سے بڑی مملکت تھی، اس کا فرمانروا شہنشاہ اور اس کے حاشیہ نشین وقت کے عظیم دانشور اور نہایت زیرک تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت ہے جس کو خود وہی جانتا ہے کہ اس نے اپنے ایک بندے کو اسے دعوت دینے ہندوانہ بت پرستی اور باطل تصوف سے حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائی وہ شیخ سرہندی ۹۷۱ – ۱۰۳۴ھ ہیں انہوں نے ژولیدہ امور کو سلجھانے اور قرآن وحدیث کو اختیار کرنے کی دعوت کا ایک نہایت معتدل اور دلکش ویگانہ اسلوب اختیار کیا۔ انہوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ بادشاہ کو اس کے ہمنشینوں نے بگاڑ دیا ہے اور وہ دین سے منحرف ہو گیا لیکن وہ بذات خود نہ کوئی ملک ہے نہ معاشرہ بلکہ وہ خدائی ضابطوں اور اصولوں کا پابند ہے اور اس کو ایک دن مرجانا ہے لہٰذا اپنے پیغام کو پہنچایا امراء، حکام اور مغل فورس کے ذمہ داروں سے رابطہ قائم کرنا بہت ضروری ہے چنانچہ آپ نے ان سے گہرے تعلقات پیدا کیے۔ ان کو ایمان کی بیڑی سے جارج شدہ رسائل وخطوط تحریر کیے ان خطوط میں کتاب وسنت اور دین حنیف کی طرف لوٹنے کی پرزور دعوت تھی، درحقیقت یہ رسائل وخطوط وہ دہکتے ہوئے ایمانی شعلے تھے جن سے ایمان کی چنگاری بھڑک اٹھتی تھی، ان رسائل میں وہ دین خداوندی اور اس کے ماننے والوں کے تعاون کا مطالبہ کرتے تھے اور یہ آرزو کرتے تھے کہ اسلام دوبارہ چھا جائے، اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "محمد کے ماننے والے اپنے ملک میں اجنبی اور ذلیل وخوار ہیں اور اس کے دشمن صاحب عزو شرف ہیں باطل نمایاں اور غالب ہے اور حق مخفی اور بے سہارا ہے"۔

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔ "تو مسلمان ہے اور زندگی ایک چھاؤں ہے، حکومت وسلطنت کو دوام حاصل نہیں، لہٰذا اپنی قوم وملک کے سلسلہ میں خدا سے ڈر"۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ "اگر مسلمان کسی شرعی حکم پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے اور دردناک اور اہانت آمیز سزائیں دی جاتی ہیں اور دوسرے مذاہب کے ماننے والے مطلق العنان اور تمام حقوق سے بہرہ ور ہیں اور بے چارے مسلمان آلام ورسوائیوں کا ہدف بنے ہوئے ہیں"۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ "بیماری سے شفایابی کے لیے بتوں اور طاغوت سے استعانت (جس کا مسلمانوں میں عام رواج ہو گیا ہے) عین شرک وضلالت ہے اور پتھروں سے حاجت براری کی تمنا خدا کا صریح انکار ہے بلاشبہ بہت سی عورتیں غیر اللہ سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کی دعا کرتی ہیں، وہ مشرکانہ رسوم ورواج کی بیڑیوں میں جکڑی ہوئی ہیں"۔

آخر کار حضرت مجدد صاحب کی کوششیں بار آور ہوئیں، اور امراء وزراء وسربراہان مملکت کی ایک بڑی تعداد ان کی عقیدت مند ہو گئی، اسلام دوبارہ پھلنے پھولنے اور اپنی جگہ لینے لگا، وہ بڑے استقلال وپامردی کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ بادشاہ جہانگیر کے عہد میں حکومت کا رخ بدل گیا، اور بادشاہ کی سیرت وکردار میں نمایاں فرق آ گیا اور ملک پھر مذہب اسلام سے قریب تر ہونے لگا، بے شک سلطان اورنگ زیب کا اپنے عہد حکومت میں کتاب وسنت اختیار کرنا، شریعت کی تنفیذ، ہندوستان کے مستقبل کو دین وعلوم سے مربوط کرنا اور ہندوستان سے مسلمانوں کی جلاوطنی کے اندیشے کو ختم کرنا (جیسا کہ اسپین میں نصرانی قبیل مسلمانوں کی جلاوطنی کا سانحہ پیش آیا تھا) یہ سب درحقیقت حضرت مجدد صاحب کی ان کوششوں کا ثمرہ تھا جو اورنگ زیب کے عہد حکومت میں مکمل طور پر ظاہر ہوا، اس کا سہرا ان کے فرزند ارجمند شیخ محمد معصوم سرہندی ۱۰۰۷ھ – ۱۰۷۹ھ کے سر رہا، جنہوں نے بادشاہ کی صحیح اسلامی تربیت کی تھی۔

باقی آئندہ

---

[1] آئین اکبری از ابوالفضل،
[2] تاریخ فیروز شاہی از شیخ شمس الدین سراج عفیف۔

بقیہ - حضرت شاہ ولی اللہ رحم

علمائے راسخین اور مردان کار کی تعلیم وتربیت جوان کے بعد اصلاح امت اور اشاعت دین کا کام جاری رکھیں ——

آپ کے تجدیدی کارنامہ کا ایک روشن باب یہ بھی ہے کہ اپنے ارشد ولائق تلامذہ کی ایک جماعت تیار کر دی، جنہوں نے آپ کی روشن کردہ شمع سے بے شمار شمعیں روشن کر دیں، ان میں آپ کے باکمال چار صاحبزادے شاہ عبدالعزیز رح، شاہ عبدالقادر رح، شاہ رفیع الدین رح اور شاہ عبدالغنی رح، اس عظیم الشان تجدیدی کارنامہ کی عمارت بلند کے ارکان اربعہ ہیں۔

شاہ صاحب رح کا طرۂ امتیاز

حقیقت یہ ہے کہ جس چیز نے آپ کو "مجدد دین" کے لقب سے ملقب کیا وہ آپ کے نئے علمی نظریات (علم ودین کے حدود کے اندر رہ کر) تازہ خیالات، جدید تحقیقات، فکر کی جدت، دین کا اجتہاد، مضامین ومطالب میں اصلیت واولیت ہے اس سبقت واولیت کے علاوہ آپ کی دوسری تصنیفی خصوصیات یہ ہیں، دقت نظر، وسعت نظر، سلامت فہم، سلاست بیان، اور قوت انشاء وتحریر۔

غرضیکہ یہ آفتاب عالمتاب علم وفضل کی ضیاء پاشی ہر طرف کرتا محرم کی آخری تاریخ ۱۱۷۶ھ کو غروب ہو گیا اور جہاں کو پھر تیرے پیغام کی ضرورت ہے نوید رحمت اسلام کی ضرورت ہے

تیسری اور آخری قسط

ایک علمی سفر
مشاہدات و تاثرات

شمس الحق ندوی

نتھیا گلی اور مری کی سیر

۱۰ جولائی کو ڈاکٹر انعام اللہ خاں کا محاضرہ تھا لیکن وہ کسی وجہ سے نہ آسکے تو طلبہ کی فوری مشغولیت کا کچھ نظام بنایا گیا اور آج ہی چائے کے وقفہ کے بعد راقم سطور کو ڈاکٹر انوار حسن صدیقی کی صدارت میں ندوۃ العلماء اور اس کے دار العلوم کا تعارف کرانے کا پروگرام بنا، ہم نے تقریباً سوا گھنٹہ تک تفصیل کے ساتھ ندوۃ العلماء کے قیام کا پس منظر اور ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد انگریزی تہذیب و تمدن اور عیسائی مشنریوں کی دعوتی سرگرمیوں سے اسلام و مسلمانوں کو جو خطرات درپیش تھے اور اسی کے ساتھ ساتھ قدیم و جدید کی تقسیم نے جو مشکلات و نزاکت پیدا کر دی تھی اس کو بیان کرتے ہوئے ندوۃ العلماء کے قیام اور اس کی اہمیت کو بیان کیا — پھر ندوۃ العلماء نے قدیم و جدید کے مابین حائل خلیج کو کم کرنے میں جو مثبت رول ادا کیا اس پر روشنی ڈالی، دار العلوم ندوۃ العلماء نے نصاب تعلیم میں تبدیلی اور عربی زبان و ادب کے ساتھ جو اعتنا برتا اور اس کے ذریعہ آج کے دور میں اس نے جو رول ادا کیا اور جو خدمات انجام دیں، اس کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ دار العلوم سے نکلنے والے رسالہ "البعث الاسلامی" اور پندرہ روزہ "الرائد" نے بلاد عربیہ پر کیا اثر ڈالا، کیسے نازک موقعوں پر خطرات سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ اس کا مقابلہ کیا تفصیل سے بیان کیا، ہم نے بتایا کہ ان دونوں مذکورہ رسالوں کے ذریعہ "قومیت عربیہ" کے خطرناک فتنہ کا مقابلہ کیا گیا بہت سے ایسے فتنوں کا نوٹس لیا گیا، جس کی جرأت خود بلاد عربیہ کے اخبارات و رسائل نہیں کر سکتے تھے، جمال عبد الناصر کی فتنہ سامانیوں سے جو خطرات پیدا ہوتے، اس کی جرأت مقابلہ بلاد عربیہ کے رسائل و اخبارات نہ کر سکے مگر "البعث الاسلامی" نے اس کے خلاف باقاعدہ محاذ قائم کیا اور اس فتنہ کا بھرپور مقابلہ کیا، ندوی فضلاء کی تصنیفات خصوصاً مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی کتابوں نے انقلابی رول ادا کیا۔

یہ تعارفی تقریر دلچسپی سے سنی گئی، درمیان درمیان میں ڈاکٹر انوار صاحب توضیحی سوالات بھی کرتے جاتے، یہ تقریر عربی میں ہو رہی تھی، اس کا خلاصہ ڈاکٹر انوار صاحب کے حکم پر خود مقرر نے اردو میں پیش کیا۔

۱۱ جولائی آج کیمپ سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلہ پر مختلف صوبوں کے اسکولوں اور کالجوں سے آئے ہوئے اسکاؤٹوں کے کیمپ اور یہاں سے کچھ ہی فاصلہ پر ایک انٹرنیشنل پارک کی سیر کا پروگرام تھا، رات ہی سے بوندا باندی اور سرد ہواؤں کا سلسلہ جاری تھا، صبح ۹ بجے کے قریب جب ہم روانہ ہوئے تو بارش ہو رہی تھی، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، دسمبر جیسا موسم ہو گیا تھا، دو بسوں اور تین جیپوں پر قافلہ روانہ ہوا، پہاڑی راستوں کی پتلی پتلی بل کھاتی ہوئی سڑکیں بارش اور گھنگھور گھٹاؤں کا موسم اس پر ہوا کے تھپیڑے مستزاد ہر آن خطرہ کہ کہیں کوئی چٹان نہ گر پڑے، بارش کی نمی اور ہواؤں کے جھکڑ کسی تناور درخت کو نہ گرا دیں، کہ جان کے لالے پڑ جائیں، اس خوفناک صورتحال میں ہمیں کشمیر میں برف کے تودوں یا پہاڑی چٹانوں کے گرنے اور بسوں کے دبنے کی خبریں یاد آ رہی تھیں اور دل کو دہلائے دے رہی تھیں، پورے سفر میں درود شریف پڑھتے رہے، اگرچہ ہم سفر ملیشیا میں اس کے صوبہ پرلیز سے کلنتن جاتے ہوئے پہاڑی راستے سے گذر چکے تھے مگر نہ تو وہ پہاڑیاں اتنی اونچی تھیں اور نہ راستہ اتنا تنگ و خوفناک، جب ہم گھوڑا گلی یعنی جس چوٹی پر اسکاؤٹوں کا کیمپ تھا اس کے قریب پہنچے تو اوپر بس جانے کے راستہ نہیں تھا، لہٰذا بسیں نیچے چھوڑ دی گئیں اور جیپیں اوپر تک چڑھیں، ہلکی ہلکی بارش اور ٹھنڈی ہواؤں کا سلسلہ جاری تھا ایسے میں اسکاؤٹ طلبہ کی ایک بڑی تعداد اپنے استادوں کی نگرانی میں مہمانوں کے استقبال کے لیے دو رویہ کھڑی تھی، جب مہمان دونوں لائنوں کے درمیان سے گذرنے لگے تو وہ تالیاں بجا کر ان کا استقبال کر رہے تھے تالیاں بجا کر استقبال کرنے کی ان کو خاص تربیت دی گئی تھی، پہلے یک بارگی سب کے سب ایک تالی بجاتے، پھر مسلسل تین تالیاں بجاتے جس سے ایک خاص قسم کی پرکشش آواز بھی پیدا ہوتی، اور اس میں وقار و سنجیدگی بھی محسوس ہوتا جو پڑھے لکھے مہذب طبقہ کا شعار ہونا چاہئے مختلف صوبوں کے طلبہ کے کیمپ الگ لگے ہوئے تھے اور سب نے اپنی دستکاری کی نمائش لگا رکھی تھی، ایک کیمپ کے طلبہ نے بہت پتلی دھار کا ایک فوارہ بنا رکھا تھا، فوارے کی اس دھار پر چھوٹی سی پلاسٹک کی گیند رکھ دی جاتی تو وہ برابر اس گیند کو اچھالتی رہتی اور گیند نیچے نہ گرتی، یہ ایک دلچسپ کھیل تھا ہم یہاں دو ڈھائی گھنٹے ٹھہرے، بارش ہوتی رہی اور طلبہ اپنے مختلف ثقافتی پروگراموں کا مظاہرہ کرتے رہے جس میں قبائلی زندگی مقامی ثقافت، گیت وغیرہ شامل تھے،

یہاں سے ہم انٹرنیشنل پارک لئے چلے، اب بارش رک چکی تھی وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آج پارک بند رہتا ہے اور اور بغیر سرکاری اجازت کے نہیں کھل سکتا، قریب کی مسجد میں ظہر کی نماز ادا کی گئی اور یہیں پر دوپہر کا کھانا آگیا جو خانپور سے بھیجا گیا تھا اس لئے کہ یہاں ہوٹل وغیرہ نہیں تھے، نماز پڑھ کر ہم لوگ پارک کی پچھلی سمت اس امید پر گئے کہ شاید وہاں سے داخلہ ہو سکے، مگر یہ بھی ممکن نہ ہوا، چنانچہ وہیں کھانا نکالا گیا اور جہاں جس کو سایہ ملا، کھڑے بیٹھے کھانا کھایا، اب یہاں سے ہمیں اپنی منزل کی طرف واپس ہونا تھا واپسی میں مری کی سیر کرتے ہوئے رات گئے خانپور پہنچ گئے، مری پہاڑ کی اونچائی پر واقع نہایت پر فضا مقام ہے جو کسی وقت بھی سیاحوں سے خالی نہیں رہتا آج کا پورا دن سیر و تفریح ہی میں گذرا،

کوہ پور کے کیمپ کو معلوماتی سیر کی غرض سے ایک صوبائی حکومت کا مہمان بننا تھا، چنانچہ ہم تقریباً کل ہی جیسے بادوباراں اور خوف و دھڑکن اور سیر و تفریح کی ملی جلی کیفیت میں روانہ ہوئے راستے میں کہیں سیڑھی نما کھیت نظر آئے جو عام طور پر کشمیر وغیرہ میں ہوتے ہیں کہیں کہیں سیب و انار کے باغات بھی دکھائی دیتے، ایک منزل ایسی بھی آئی جہاں ہم دریائے جہلم کے کنارے کنارے گذر رہے تھے اور تقریباً ۲۰ کلومیٹر تک ہم دریائے جہلم کے کنارے ہی چلتے رہے اور اس کی زوردار موجوں کا تماشہ دیکھتے رہے اس دریا کا دھارا ایسا تیز و طاقتور تھا کہ اس کا پار کرنا آسان نہیں، لہریں چٹانوں سے ٹکراتیں اچھلتیں اور آگے نکل جاتیں، دریا کا یہ منظر دیکھ کر اقبال مرحوم کے ان اشعار کا یاد آنا اور اس منظر کی تصویر انہیں کے الفاظ میں کھینچنا طبعی امر تھا۔ ؎

وہ جوئے کہستاں اچکتی ہوئی
اٹکتی لچکتی سرکتی ہوئی

اچھلتی پھسلتی سنبھلتی ہوئی
بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی

رکے جب تو سل چیر دیتی ہے یہ
پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ

ذرا دیکھ اے ساقیٔ لالہ فام
سناتی ہے یہ زندگی کا پیام

ہم دو بجے کے قریب اس صوبہ کی راجدھانی پہنچ گئے، جہاں سرکاری گیسٹ ہاؤس میں یہاں کی یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحب نے دیگر کئی معززین کے ساتھ مہمانوں کا استقبال کیا، پہلے ظہر کی نماز ادا کی گئی پھر وہیں گیسٹ ہاؤس میں دوپہر کا کھانا ہوا۔ اور مہمانوں کو ان کی قیام گاہ پہنچا دیا گیا، جہاں عصر تک آرام کیا گیا، عصر کی نماز وہیں گیسٹ ہاؤس کے ہال میں ادا کی گئی، مغرب کے بعد صوبہ کے وزیر اعلیٰ کے یہاں عشائیہ کے لئے سب مہمان روانہ ہوئے، سب مہمانوں کو ایک بڑے ہال میں جہاں قالینوں پر صوفے لگے ہوئے تھے بٹھایا گیا اور ٹھنڈے مشروب سے ضیافت کی گئی اور اسی دوران مہمان اپنا تعارف بھی کراتے رہے، جب ہم نے تعارف کرایا تو وزیر اعلیٰ صاحب نے جو مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کے معتقد ہیں، ان دونوں بزرگوں کی خیریت دریافت کی، تھوڑی دیر میں ہم سب کھانے کے لئے اٹھے جو جدید انداز سے میزوں پر لگا دیا گیا تھا، لوگ اپنے ہاتھوں سے نکال اور کھا رہے تھے، کھانے سے فراغت کے بعد ہم گیسٹ ہاؤس آگئے یہیں ہال میں باجماعت عشاء کی نماز ادا کی گئی، اور پھر سو گئے، صبح ناشتہ کے بعد تمام مہمانوں کو ایک بہت اونچی پہاڑی پر جو تقریباً

۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ بغرض تفریح لے جایا گیا، دریائے جہلم کی موجوں کا نظارہ کرتے ہوئے جس کے دونوں طرف منتشر آبادیاں اور کسانوں کے گھر اور سیڑھی نما کھیت تھے ہم بہت دور چل کر اس پہاڑی پر چڑھے یہاں ایک سرکاری گیسٹ ہاؤس بنا ہوا ہے آبادی اور بازار ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں یہاں لے جانے کی غرض و غایت سمجھ میں نہ آئی، بہرحال وہاں تھوڑی دیر ٹہلے گھومے طلبہ بازاروں میں پھرے اور پھر واپس آگئے اس سفر کے پورے نظام کو ڈاکٹر حسن محمود عبد اللطیف شافعی مصری چلا رہے تھے، ڈاکٹر صاحب پاکستانی لباس قمیص شلوار میں تھے۔ گول ٹوپی لگا رکھی تھی جس سے خالص پاکستانی معلوم ہوتے تھے بیحد بڑے مخلص و متدین صبر و ضبط اور تحمل کے ساتھ طلبہ کو کنٹرول کرنے اور حکمت کے ساتھ تربیت کا فریضہ انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ ہم لوگوں سے بہت مانوس ہو گئے تھے، لکھنؤ اور دار العلوم آنے کی خواہش کا اظہار کیا، حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، اور مولانا مدظلہ کے بڑے معتقد ہیں، ہم دو بجے تک اس سفر سے واپس آگئے اور کھانے کے بعد آرام کیا، رات عشاء بعد طلبہ نے شعر و شاعری کا دلچسپ پروگرام رکھا جو گیارہ بجے ختم ہوا، صبح نو بجے بعض خصوصی لوگوں کے پروگرام رہے اسی موقع پر ہماری ملاقات مولانا مظفر حسین صاحب ندوی سے ہوئی، جن سے ملنے کے ہم بہت شائق تھے، وہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے عزیز شاگردوں میں ہیں، اور فراغت کے بعد کئی سال دار العلوم میں استاذ رہ چکے ہیں، مولانا علی میاں مدظلہ سے ایسا تعلق ہے کہ ۱۹۷۰ء میں جب مولانا مدظلہ کی آنکھوں کا آپریشن بمبئی میں ہوا تھا تو موصوف نے عرض کیا تھا کہ اگر شرعاً قباحت نہ ہو اور سرجری کامیاب ہو تو میں اپنی ایک آنکھ پیش کرتا ہوں، بہرحال مولانا ہم لوگوں سے مل کر ایسے خوش ہوئے کہ دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے اور ندوہ کو یاد کرتے رہے، بار بار فرماتے ندوہ کی زندگی کے دن یادگار تھے، اب تو زندگی کے دن کاٹ رہا ہوں، دل بجھ چکا ہے آرزوئیں سرد ہو چکی ہیں۔

تیسرے دن یعنی ۱۳ جولائی کو ہم میدان بالاکوٹ اور وہاں سے ایبٹ آباد ہوتے ہوئے خانپور واپس ہوئے۔

مشہد بالاکوٹ!

اک خونچکاں کفن میں ہزاروں بناؤ ہیں
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

نہ معلوم کتنی بار میدان بالاکوٹ کا تذکرہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کی مجلسوں میں سنا ہوگا، اور ان کی کتاب میں پڑھا ہوگا، ایسے مردان باصفا کے قصے کتنے روح پرور ہوتے ہیں، اس میدان کو جہاں یہ خدا کے مخلص بندے خدا کا نام اونچا کرنے کے جذبے سے ہزاروں میل کا دشوار گذار سفر کر کے پہاڑیوں پر چڑھتے اترتے پہنچے تھے اور اپنی گردنیں کٹائی تھیں، دیکھنے کا اشتیاق فطری بات تھی

جب ہم میدان بالاکوٹ کی طرف چلے، تو دل میں ایک سرور کی سی کیفیت محسوس ہونے لگی جیسے جیسے میدان بالاکوٹ قریب آتا جاتا اس کیف و سرور میں اضافہ ہوتا جاتا، چلتے چلتے جب ہم دو پہاڑوں کے درمیان ایک میدانی علاقہ میں پہنچے، جس کے سینہ کو چیرتی ہوئی دریائے جہلم کی موجیں آگے بڑھ رہی تھیں، تو کسی نے اچانک کہا یہی ہے میدان بالاکوٹ، یہاں ہمیں فوجی کیمپ بھی نظر آئے مگر ہماری گاڑیاں رکتی نہ تھیں، برابر چلتی جا رہی تھیں کچھ دور چل کر ایک پل کو پار کیا، اب تک ہم دریا کے داہنے کنارے پر چلتے آئے تھے، پل پار کر کے بائیں کنارے پر پہنچ گئے اور یہیں کئی ہوٹل اور سیر و تفریح کرنے والوں کی بھیڑ نظر آئی، ہماری گاڑیاں بائیں سمت والی سڑک پر رک گئیں، سب لوگ اتر گئے اور دریا کے کنارے جا کر دیر تک ایک خاص کیف و تصور کے عالم میں دریا کی موجوں کو دیکھتے رہے پانی کو ہاتھ لگایا تو نہایت ٹھنڈا اور پینے میں نہایت شیریں دریا کے قریب پانی سے دو ہی تین فٹ کے فاصلہ پر قبلہ رو ایک چبوترا بنا ہوا تھا کوئی بتانے والا نہ تھا، خیال کیا شاید سید بادشاہؒ کی فوج کے کسی مجاہد نے یہاں اذان دی ہو اور نماز پڑھی ہو، تھوڑی دیر بعد ہم ہوٹل کے پاس آئے، چائے نوشی ہوئی اور آگے مشہد بالاکوٹ کے لئے روانہ ہو گئے، ہم جتنے بڑھتے گئے دونوں طرف کے پہاڑوں کا فاصلہ کم ہوتا گیا اور دریا کا پاٹ تنگ تقریباً پندرہ کلومیٹر چل کر ہم قصبہ بالاکوٹ پہنچے، اب ہماری گاڑیوں کے آگے جانے کی گنجائش نہ تھی یہیں سڑک ختم ہو جاتی ہے اور دونوں طرف کے پہاڑ بہت قریب ہو جاتے ہیں، قصبہ کی گلیوں سے گذرتے ہوئے ہم نکلے تو کھیتوں کے بیچ سے گذر کر دریا سے بہت قریب ایک ٹیلے پر مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مزار پر پہنچے، یہاں اور بھی مجاہدین کی قبریں ہیں، شاہ اسماعیل شہیدؒ کی قبر پر اس طرح کھڑے ہو گئے جیسے کوئی بچہ کسی بارعب و صاحب جاہ و جلال شخصیت کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، حاملان خدا کو ایسی جگہوں پر بہت کچھ محسوس ہوتا ہے لیکن میں تو نادم و شرمندہ کھڑا تھا کہ ہم کو گاڑی پر چلنے میں تکان کا شکوہ ہو رہا تھا، ان بندگان خدا نے خدا کے دین متین کو روشن کرنے کے لئے امت کی ذلت و نکبت کا مداوا کرنے کی غرض سے کیا کچھ نہ جھیلا کیسے کیسے دشوار گذار راستوں کو طے کیا، اور اپنے گھر اور وطن سے دور بہت دور غربت و پردیس کی حالت میں خدا کے نام پر جوہر مردانگی دکھا کر عشق و مستی کا جگمگاتا ہوا دیا جلا کر اور کسی چیز کی پرواہ نہ کی جان جان آفریں کے حوالہ کر دی۔ ؎

دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

شرمایا شرمایا اپنے دیگر احباب کے ساتھ میں بھی کھڑا رہا، فاتحہ پڑھا اور واپسی کے لئے مڑ پڑے، دل میں یہ بھی خیال گذرا کہ ایسے لوگ جن کو گاڑی پر چلنے میں تکان کا شکوہ ہوتا ہے اور نرم نرم گدوں پر یا آرام دہ کرسیوں پر بیٹھ کر قلم چلاتے ہیں اور ان حاملان خدا کی تحریک کی ناکامی کے اسباب ڈھونڈتے ہیں انہیں اس کا کیا حق ہے جو انہیں تو خدا کے نام پر کوئی کانٹا بھی نہ چبھا ہوگا، یہ لکھتے لکھتے زبان پہ یہ شعر جاری ہو گیا۔ ؎

رنگ لائیگا شہیدوں کا لہو!

اور سوچا شروع کیا تو شہیدوں کا خون رنگ لا چکا تھا، یہ بندگان خدا جن سے برسر پیکار ہو کر شہید ہوئے ان سے یہ خطۂ زمین اب پاک ہو چکا ہے، اور یہاں اب صرف اذان دینے اور نماز پڑھنے والے ہی رہتے ہیں، کاش انہیں اس کی قدر بھی آتی،

یہیں سے قریب دریا کے دھارے پر سید بادشاہؒ کی یادگار کے طور پر ایک نہایت وسیع و خوبصورت جامع مسجد بنی ہے، ایک دار العلوم بھی قائم ہے، شام کو چار بجنے والے تھے، خانپور کی مسافت بھی لمبی تھی ان پہاڑی سڑکوں پر رات میں چلنا اور خطرناک ہوگا۔ لہٰذا لوٹنے میں جلدی کی گئی اور ایبٹ آباد کے پر فضا مقام اور خوبصورت شہر سے

الٰہی بخش رامپوری کہتے ہیں کہ ہماری جماعت میں ضلع پٹیالہ کے ایک سید چراغ علی تھے وہ کھیر پکا رہے تھے اور قرابین ان کے کندھے پر پڑی ہوئی تھی، سکھ مٹی کوٹ سے نیچے اتر رہے تھے، وہ اپنی کھیر بھی چمچہ سے چلاتے جاتے تھے اور سکھوں کی طرف بھی دیکھتے تھے۔ اس وقت ان پر ایک اور ہی حالت واقع تھی یکبارگی آسمان کی طرف دیکھ کر بولے کہ وہ دیکھو ایک حور کپڑے پہنے ہوئے چلی آتی ہے، کچھ دیر کے بعد کہنے لگے کہ دیکھو ایک پوشاک پہنے ہوئے آتی ہے، یہ کہہ کر وہ چمچہ دیگچی پر مارا اور یہ کہتے ہوئے کہ اب تمہارے ہی ہاتھ کا کھانا کھائیں گے، سکھوں کی طرف روانہ ہوئے، کتنا ہی لوگ کہتے رہے کہ میر صاحب ٹھہر جاؤ ہم بھی چلیں گے انہوں نے کسی کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیا اور جاتے ہی سکھوں کے مجمع میں گھس گئے اور داد جوانمردی دے کر شہید ہو گئے۔ سیرت سید احمد شہیدؒ

عالم اسلام

محمود الازہار ندوی

دنیا میں سب سے کم جرائم سعودی عرب میں ہوتے ہیں

سعودی عرب میں ہونے والے قتل، ارادہ قتل اور اغوا جیسے سنگین جرائم ملک میں ہونے والے کل جرائم کا دو فیصد سے زائد نہیں، یہ بات وزارت داخلہ کے زیر اہتمام شائع ہونے والی ایک شماریاتی رپورٹ میں بتائی گئی ہے، رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس طرح سعودی عرب وہ ملک بن گیا ہے، جہاں دنیا میں سب سے کم جرائم ہوتے ہیں، چار سو چھیالیس صفحات پر مشتمل اس رپورٹ میں منشیات کی اسمگلنگ ٹریفک حادثات اور قیدیوں سے متعلق سال بھر کے اعداد و شمار دینے کے علاوہ وزارت داخلہ کی جرائم پر قابو پانے کی متعدد سرگرمیوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے، جرائم میں کمی اس امر سے بھی پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے کہ ہر سال غیر ملکیوں کی بڑی تعداد سعودی شہریت کے حصول کے لئے درخواستیں پیش کرتی ہے یہ چیز سلطنت سعودی عرب میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کو خراج تحسین پیش کرنے کے مرادف ہے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گذشتہ سال کے دوران ٹریفک حادثات کی تعداد دو سو چھپن فی دس ہزار گاڑیوں سے کم ہوکر ایک سو انتالیس حادثات فی دس ہزار گاڑیوں تک پہنچ چکی ہے حالانکہ اس سال کے دوران گاڑیوں کی تعداد پانچ لاکھ چودہ ہزار تین سو اکسٹھ سے تجاوز کر کے اٹھائیس لاکھ بہتر ہزار دو سو تیس تک پہونچ چکی ہے۔ اسی طرح چوری کے مقدمات میں بھی اس سال کے دوران کمی واقع ہوتی ہے اور گذشتہ سال کے سات ہزار مقدمات کے مقابلے میں اس سال چوری کے چھ ہزار آٹھ سو سینتالیس مقدمات قائم کئے گئے۔ ڈکیتی کی وارداتوں میں گذشتہ سال کے مقابلے میں سینتالیس اور مکانوں پر چوری کی وارداتوں میں بتیس کی کمی واقع ہوئی ہے، رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جرائم کے الزام میں گرفتار قیدیوں میں سے بیشتر کا تعلق غیر ممالک سے ہوتا ہے۔

دس سال کے دوران ہندوستان کی مسلم آبادی میں ۳۱ فیصد اضافہ

اقوام متحدہ کے فنڈ برائے آبادی (الفیا) نے امکان ظاہر کیا ہے کہ ۲۰۰۰ء تک ہندوستان کی آبادی ۹۹ کروڑ ۱۵ لاکھ ہو جائے گی، الفیا کا اندازہ ملک کی آبادی کی نسبت بہت ہی زیادہ ہے یکم مارچ ۱۹۸۱ء کو ہندوستان کی آبادی ۶۸ کروڑ ۱۵ لاکھ تھی جس میں ۳۵ کروڑ ۴۴ لاکھ ۶۷ ہزار مرد اور ۳۲ کروڑ سات لاکھ ۱۷ ہزار چھ سو خواتین ہیں۔

اگرچہ پوری دنیا کا کل رقبہ تیرہ ہزار پانچ سو نواسی ملین مربع کلو میٹر ہے لیکن ہندوستان کا رقبہ صرف ۳،۲۸ ملین کلو میٹر کا ہے، اور اس کی آبادی پوری دنیا کی آبادی کی ۱۵ فیصد ہے۔ الفیا کے مطابق ہندوستان، چین، امریکا، اور سوویت یونین دنیا کی لگ بھگ نصف آبادی رکھتے ہیں ہندوستان میں عیسائیوں کی شرح پیدائش گذشتہ دس سال یعنی ۱۹۷۱ تا ۱۹۸۱ سب سے کم رہی ہے، جب کہ مسلمانوں کی شرح پیدائش سب سے زیادہ رہی ہے۔

۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں ایک کروڑ ۴۸ لاکھ ۴۳ ہزار ۲۱ عیسائی تھے جو ۸۱ء میں بڑھ کر ایک کروڑ ۶۱ لاکھ ۶۵ ہزار ۴۴۷ ہو گئے، یعنی ان کی آبادی میں ۱۷،۱ فیصد اضافہ ہوا، اس کے مقابلے میں اسی مدت کے دوران مسلمانوں کی آبادی میں ۳۰،۵۹ فیصد اضافہ ہوا — سکھوں کی آبادی میں ۲۶،۱۰ اور ہندو کی آبادی میں ۲۴،۱۰ فیصد اضافہ ہوا ہے جینیوں کی آبادی میں ۲۲،۵۲ فیصد اضافہ ہوا ہے، اس دوران ملک کی آبادی میں مجموعی اضافہ ۲۴،۶۹ فیصد ہوا ہے جس میں عیسائی ۵۲ فیصد کم ہے اور مسلمانوں کا ۵،۹ فیصد اضافہ رہا۔

الفیا نے ۱۱ر جولائی ۱۹۸۷ء کو یوم ۵ ارب منایا الفیا کے مطابق اس دن ۵ ارب واں بچہ دنیا میں پیدا ہوا جو کہ آبادی میں ایک اور عدیم المثال کارنامہ ہے۔

سات سالہ جنگ میں ایران کے ۱۵ ارب کروڑ ڈالر کے نقصانات

عراق کے ساتھ سات سالہ قدیم جنگ میں ایران کو تقریباً ۱۵ ارب کروڑ ڈالر کا نقصان ہوا ہے، یہ بات ایرانی قونصل جنرل عبداللہ نوروردی نے بمبئی میں بتائی، انہوں نے اخبار نویسوں سے کہا کہ ایران کا ملک اقوام متحدہ کا احترام کرتا ہے اور اتنا ہی عالمی امن کا خواہاں ہے جتنا کہ کوئی دیگر ملک۔

بنگلہ دیش کے سیلاب زدگان کے لئے متحدہ عرب امارات مکانات تعمیر کریگا

عرب امارات بنگلہ دیش کے سیلاب زدہ علاقوں میں سیلاب زدگان کے لئے مکانات تعمیر کرے گا، متحدہ عرب امارات کا ایک وفد مسٹر عبدالحامد کی قیادت میں سیلاب کی تباہی کا اندازہ لگانے کے لئے بنگلہ دیش گیا تھا اور سیلاب کے بعد ملک کے بازآبادکاری پروگرام میں مدد دینے کے لئے عرب امارات کے وفد نے یہ پیشکش کی ہے کہ سیلاب زدگان کے لئے مکانات تعمیر کرے گا۔

اسلامی اصولوں کی بنیاد پر چالیس لاکھ روپے کی لاٹری کا انعام ٹھکرا دیا

کولالمپور کے اخبار "دی اسٹار" نے اطلاع دی ہے کہ ایک مسلمان نے جنہوں نے دس لاکھ کا ٹکٹ (تین لاکھ ۹۰ ہزار ڈالر) تقریباً چالیس لاکھ روپے کی لاٹری جیتی تھی، اسلامی اصولوں کی بنیاد پر انعامی رقم لینے سے انکار کر دیا ہے، یہاں سے قریب واقع شہر پیناگ آبا کے ایک ۲۶ سالہ شخص نے ملک کے سوشیل ویلفیر لاٹری منتظمین کو بتلایا ہے کہ اسلامی اصول قماربازی سے منع کرتے ہیں، لہٰذا میں انعامی رقم قبول نہیں کروں گا، لاٹری ڈائریکٹر راتھی حاجی اسحق نے اخبار کو بتایا ہے کہ یہ شخص شادی شدہ ہے اور اس پر تعمیر مکان کے لئے حاصل کردہ قرض واجب الادا ہے انعام پانے والے نے حاجی اسحق کو بتلایا کہ اس نے فوری ترغیب کے تحت لاٹری ٹکٹ خریدا تھا، اور اس کو یقین تھا کہ وہ انعام جیت نہیں پائے گا، لاٹری شعبہ نے رقم محکمہ مالیات کے حوالہ کر دی ہے۔

عراق ایران جنگ کے دوران خلیج میں ۳۴۷ جہازوں پر حملے

برطانوی جہاز راں فرم "لوائڈ" کے پیش کردہ اعداد و شمار کے مطابق عراق اور ایران کے درمیان سات سالہ خلیجی جنگ کے دوران اب تک کل ۳۴۷ بحری جہازوں پر حملہ کیا جا چکا ہے یا انہیں نقصان پہنچایا جا چکا ہے، فرم کے ایک افسر رو بحر ولیس کے مطابق ان میں سے ۱۰۶ جہازوں پر صرف سال رواں کے دوران حملے ہوئے ہیں۔

خلیجی علاقہ میں کسی بحری جہاز پر پہلا حملہ مئی ۱۹۸۱ء میں ہوا تھا اس سے پہلے ۱۹۸۰ء میں دونوں ملکوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی کے دوران ۹۲ بحری جہاز اس علاقہ میں پھنس گئے ہیں جو اب تک وہیں پڑے ہوئے ہیں، اور اب کار آمد نہیں رہے۔

افغانستان میں اقوام متحدہ کی امن فوج بھیجی جائے

پاکستان کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو نے نیویارک "ٹائمز" کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان نے افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلاء کے بعد اقوام متحدہ کی امن فوج بھیجنے کی تجویز پیش کی ہے وہ نظم و نسق کی بحالی میں مدد کے ساتھ ساتھ کمیونسٹوں اور غیر کمیونسٹوں کے لئے قابل قبول ہو گی، اس سلسلہ میں روسی اپنی فوجوں کی واپسی کے لئے اٹھارہ مہینہ کے مطالبے پر قائم ہے جب کہ پاکستان آٹھ مہینوں میں روسی فوجوں کی واپسی چاہتا ہے، اور مبصرین کی رائے یہ ہے کہ افغانستان کے مسئلہ کا حل فوجی نہیں بلکہ سیاسی ہے اور روسی فوجوں کے انخلاء کا ٹائم ٹیبل متعین کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اصل مسئلہ افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلاء کے بعد وہاں پر کس قسم کی حکومت قائم کی جائے گی اور حکومت کی کیا نوعیت ہو گی یہ ضرور ہے کہ اس سلسلہ میں سابق شاہ ظاہر شاہ کا نام لیا جا رہا ہے، جس سے مجاہدین متفق ہو سکتے ہیں اور موجودہ افغان حکومت بھی انہیں ناپسندیدہ قرار نہیں دے رہی ہے، نیز مجاہدین کی واپسی بھی ایک مسئلہ ہے کیونکہ ان کا مطالبہ ہو گا کہ ہماری جائیدادیں ہمیں لوٹائی جائیں اور ان کی سابقہ حیثیت بحال کی جائے اور پر سکون اور پر امن آسائش کی ضمانت دی جائے۔

گذرتے ہوئے راستہ میں عصر مغرب نمازیں ادا کرتے جاتے پیتے پلاتے دس بجے رات کو خانپور پہنچ گئے۔

اگلے دن مولوی ابو سلمان صاحب ندوی کا محاضرہ تھا، محاضرہ کا موضوع تھا "اسالیب التربیۃ النبویۃ" نبوی تربیت کا انداز و طریقہ۔ یہ محاضرہ پہلے سے لکھا ہوا مرتب تھا، موضوع اپنے اندر کشش رکھتا تھا، محاضر نے بھی تیاری کا حق ادا کیا تھا اس لئے نہایت دلچسپی سے سنا گیا اور ایسا پسند کیا گیا کہ کئی عرب اساتذہ اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے ساتھ لے گئے۔

اس محاضرہ کو ایسی قبولیت و شہرت حاصل ہوئی کہ ہندوستان آنے کے بعد بھی پاکستان سے بعض خطوط آئے اور اس کی فوٹو کاپی کا مطالبہ کیا گیا، اس کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر محمود احمد غازی نے کیا، اور خوب کیا کہ وہ عالم بھی ہیں اور انگریزی داں بھی، اگلے دن "المقومات العقدیۃ للشخصیۃ المسلمۃ" مسلمان کے لئے عقیدہ کی اقدار کی اہمیت، کے موضوع پر ڈاکٹر حسن الشافعی کا قابل قدر محاضرہ تھا، وقت کی تنگی کے سبب بعض محاضرات عصر بعد بھی ہوئے ۱۸ر و ۱۹ر جولائی اسلام آباد میں گذرنا تھا اور یہاں کی بعض تفریحی جگہوں اور پشاور وغیرہ کا پروگرام بنا، ۱۸ر جولائی جمعہ کے بعد کیمپ کے سبھی حضرات اسلام آباد آگئے، آج ہی رات کو وزیر امور ثقافی کے یہاں دعوت تھی، مغرب بعد بارش شروع ہو گئی تھی، ہم سب اپنی قیام گاہ سے پہلے تو قدیم ثقافتی چیزوں کے میوزیم پہنچے، اور قدیم طرز کے برتنوں بستروں اور دیگر استعمالی چیزوں کو دیکھا، پھر یہاں سے ایک بڑے ہال کی طرف گئے جہاں ٹیلی ویژن نظام قائم تھا اور یہاں پرانی قبائلی ثقافت کی چیزیں اور رسوم و رواج ٹیلی ویژن پر دکھائی جاتی تھیں، چنانچہ یہ ساری چیزیں دکھائی جا رہی تھیں، یہاں ہمیں جو چیز بہت بری لگی وہ طلبہ کا غیر مہذب انداز میں پاؤں پھیلا کر گاؤ تکیوں سے ٹیک لگائے ہوئے نہایت بے تکلف انداز اپنانا جو اساتذہ اور شیخ عمر نصیف، عبداللہ عبدالمحسن ترکی، سعودی وزیر محمد عبدہ یمانی، شیخ صالح کامل، عبدالعزیز لقمہ مصری، استاذ احمد فواد، زین العابدین سوڈانی، عبداللطیف خلیف نائب شیخ جامع الازہر کے علاوہ دیگر موقر شخصیتوں کی موجودگی میں نہایت غیر مہذب بات تھی، بات ذرا کڑوی ہے لیکن کبھی کڑوی بات بھی کہہ دینی چاہئے کہ اس سے قوم کو زندگی ملتی ہے۔

وفی القصاص حیاۃ یحیی اقوام

اندازہ ہوا کہ ہماری اسلامی یونیورسٹیوں کو اپنے طلبہ کی تہذیب و ثقافت کی طرف کتنی توجہ دینے کی ضرورت ہے طلبہ کی اس بے باکی کا اندازہ ہمیں کیمپ کے دوران بھی محسوس ہوتا رہا، اسلامی مساوات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چھوٹے بڑے کی تمیز ختم کر دی جائے، حدیث شریف میں بڑی وضاحت کے ساتھ آیا ہے کہ جو ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے اور چھوٹوں پر شفقت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں، ایک اور حدیث پاک میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ معاملہ ان کے مرتبہ کے اعتبار سے کرو، انزلوا الناس علی قدر منازلھم خدا برا کرے مغربی تہذیب کا کہ اس نے ہماری ساری قدروں کو پامال کر کے رکھ دیا ہے،

اگلے دن کیمپ کے لوگوں کو پشاور مجاہدین کے کیمپ اور بعض دیگر چیزوں کو دیکھنے جانا تھا، کیمپ کے اب دو ہی چار دن باقی رہ گئے تھے، اس لئے میں نے ڈاکٹر انوار صاحب صدیقی سے کراچی جانے کی اجازت لے لی، جہاں میرے بڑے بھائی رہتے ہیں، لہٰذا آج میں کراچی جانے کے مسائل حل کرنے میں لگا رہا، اگلے دن دس بجے راولپنڈی سے کراچی کے لئے روانہ ہوا، گرمی سخت اور پھر بعض صحرائی علاقوں سے گذرنا وہ بھی ایک سرد مقام سے اچانک گرم فضا میں آجانا، نہ پوچھئے کہ کیا گذری، مگر ہم کراچی اپنے بچھڑے ہوئے بھائی سے ملنے جا رہے تھے، اس حال میں کہ چند ہی ہفتہ قبل منجھلے بھائی نے مختصر علالت کے بعد ہمیشہ کے لئے داغ فراق دے دیا تھا، لہٰذا لو، دھوپ، گرمی، سفر کی صعوبت جو کچھ بھی پیش آیا سب گوارا ہوا، کراچی پہنچے تو کرفیو لگا ہوا تھا یعنی ایک کلمہ گو اپنے دوسرے کلمہ گو بھائی کا گلا کاٹ رہا تھا، کیسی حسرت، حیرت اور دل کو چھلنی کر دینے والی بات تھی کہ ہندو پاک کی تقسیم پر ہندو مسلم بنیاد پر لاکھوں جانیں گئی تھیں، اور آج اسی پاکستان میں مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا تھا۔

اب کسی سے کیا گلہ کرے کوئی

مختلف گلیوں سے گذرتے ہوئے چار گنا پیسے دے کر کسی طرح بھائی کے گھر پہنچے، بھائی صاحب کو ۱۰ر جولائی کو پہنچنے کا ٹیلیگرام دے دیا تھا مگر ڈاک خانہ کے ملازم نے ۱۰ کو ۳۰ر جولائی لکھ دیا تھا، اس لئے اب بچے اور بھائی ۳۰ر جولائی کا انتظار کر رہے تھے، اس اچانک ملاقات سے سب بچوں کے دلوں کی مرجھائی ہوئی کلیاں کھل گئیں اور مجھ اکیلے سے مل کر جیسے وہ سارے اعزہ اور خاندان سے مل لئے، کراچی میں پانچ دن ٹھہرے لیکن کرفیو کے سبب کہیں آنا جانا دشوار تھا، مولانا محمد ناظم صاحب ندوی مدظلہ سے ملاقات کی سعادت نہ حاصل کر سکے، بڑی مشکل سے اسکوٹر کے ذریعہ ایک دن چند گھنٹوں کے لئے محب مکرم مولانا فضل ربی ندوی کے یہاں جا سکے یہی دن حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کی اہلیہ کے انتقال کا تھا، بلکہ میرے سامنے ہی فضل ربی صاحب کو فون سے اطلاع کی گئی، دل میں کیسی حسرت رہی کہ کراچی میں ہوتے ہوئے کرفیو کے سبب مرحومہ کے جنازہ میں نہ شریک ہو سکے۔

۲۷ر جولائی کو ہم اسلام آباد واپس آگئے اس لئے کہ ۲۸ر جولائی کو صبح دس ہی بجے کی فلائٹ سے اسلام آباد سے انڈیا کے لئے سیٹیں بک تھیں۔

افسوس و حسرت!

کراچی جاتے آتے جس بات سے سب سے زیادہ دکھ ہوا وہ یہ کہ راستہ میں نمازوں کے اوقات آتے اور گذرتے رہے، ٹرین رکتی اور چلتی رہی مگر دل تھام کر آگے قلم چلا رہا ہوں کہ مسلمان ملک میں خال خال ہی کوئی نماز پڑھتا نظر آیا، ہمیں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی عربی ریڈر "القراءۃ الراشدۃ" کا ایک سبق "سفر القطار" جس کو بچپن میں پڑھا تھا یاد آگیا، اس میں یہ بات بھی کہی گئی تھی کہ اگر ہندوستان مسلمان ملک ہوتا تو ٹرین میں وضو اور نماز پڑھنے کی جگہ ہوتی مگر ایک مسلمان ملک میں جب ہم نے یہ دیکھا کہ نماز و وضو کی جگہ تو درکنار بعض وقت ٹرین میں پانی ہی نہ ہوتا تھا، اور رہا نماز پڑھنا تو اس کو لکھ ہی چکا کہ خال خال ہی کوئی نماز پڑھتا نظر آیا........

....

....

.... ہمیں صاف محسوس ہوا کہ علماء نے عوام کی دعوت و تربیت کا اہم ترین کام چھوڑ کر سیاست کو اپنا میدان بنا لیا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ بھی اپنا معیار زندگی بلند کرنے میں مشغول ہو گئے یا پھر اختلافی مسائل میں الجھنے جھگڑنے کا اکھاڑہ قائم کر لیا۔ یا پھر آستین چڑھا کر نفاذ شریعت کیلئے حکومت سے برسر پیکار ہو گئے اور بے چارے عوام کو شیطان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ورنہ شاید اتنا برا حال نہ ہوتا وہ تو کہئے کہ جماعت تبلیغ کے لوگ اور کچھ انفرادی کوششیں ہیں جو تھوڑا سا بھرم قائم کئے ہوئے ہیں ورنہ یہ بھی نہ ہوتا۔

ہر چیز میں حکومت کا انتظار کرنا کہ حکومت اپنے ڈنڈے والے قانون سے سب کو نمازی بنا دے، روزے رکھوا دے، نہایت ناتجربہ کاری کی بات ہے بھٹو کے بعد سے جو دور حکومت شروع ہوا اس میں کم از کم یہ تو ضرور ہے کہ حکومت علماء کا احترام کرتی ہے، مدارس کے لئے ہر طرح کی سہولت حاصل ہے، کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ علماء و دعاۃ اس زریں موقعہ سے فائدہ اٹھاتے، عوام کے اندر دینی احساس بیدار کرتے، عوام سے رابطہ قائم کرتے اور ان کے دینی شعور کو بیدار کرتے۔

خانپور جہاں ہمارا کیمپ تھا ٹھنڈا مقام ہے، لوگ گرمی گذارنے اور تفریح کی غرض سے آتے ہیں، ظاہر ہے یہ کھاتے پیتے گھرانے کے لوگ ہوتے ہیں ہمیں عورتیں بے پردہ اور بے باکی کے ساتھ چلتی پھرتی نظر آئیں، خانپور کے زمانۂ قیام میں برقعہ تو نظر ہی نہیں آیا، آخر ایک دن میں نے طنزاً ایک صاحب سے کہا کہ ہمارے یہاں ہندوستان میں ایک چیز برقعہ کہلاتی ہے وہ پاکستان میں نہیں ہوتی ان بے چاروں نے کہا برقعہ تو غریب گھرانوں میں پایا جاتا ہے، خانپور اور اسلام آباد تو دولتمند کے رہنے کی جگہ ہے، پاکستانی عوام کا معیار زندگی بلند ہو رہا ہے اس لئے خرابیاں جو خوشحالی کے بعد آتی ہیں تیزی کے ساتھ آ رہی ہیں۔

ہم اوپر جو کچھ لکھ آئے ہیں اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے اس کو ایک شعر میں اس طرح ادا کر دیا ہے۔

ترقی کی نئی راہیں جو زیر آسماں نکلیں
میاں مسجد سے نکلے اور حرم سے بیویاں نکلیں

اب اپنے پاکستانی بھائیوں سے انہیں کے شاعر کا شعر پڑھ کر معذرت کے ساتھ رخصت چاہتا ہوں۔

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

مغربی جرمنی میں اسلام کی مقبولیت

مغربی جرمنی یورپ کا وہ ملک ہے جہاں لوگ عیسائیت سے مایوس ہو کر بڑی تیزی سے اسلام کی آغوش میں پناہ حاصل کر رہے ہیں، ایک اندازہ کے مطابق مغربی جرمنی میں مسلمانوں کی تعداد ۱۰ لاکھ ہے اور چالیس ہزار مغربی جرمنی عورتیں۔ ایسی ہیں جنہوں نے غیر ملکی مسلمانوں سے شادی کر رکھی ہے مغربی جرمنی میں آبادی کے اعداد و شمار مذہب وار نہیں رکھے جاتے، اس لئے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کی تعداد کے بارے میں صرف اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔ ہیمبرگ جو مغربی جرمنی کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہے اسلامی سرگرمیوں کا خاص مرکز ہے ایک مغربی جرمن نو مسلم ۴۲ سالہ اردن بائر نے جن کا اسلامی نام علی ہے، بتایا ہے کہ صرف ہیمبرگ میں گزشتہ سال دو سو مغربی جرمن باشندوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ مسٹر علی ہیمبرگ سے جرمن زبان میں ایک رسالہ بھی شائع کرتے ہیں جس کا نام الفجر ہے مسٹر علی نے جو پروٹسٹنٹ عیسائی تھے اپنے مذہب میں سکون حاصل کرنے میں ناکامی کے بعد مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا۔ اور خود کو اسلام کی طرف مائل پایا بعد میں انہوں نے اپنی تعلیم ترک کر دی اور پاکستان چلے گئے، جہاں ان کو مسلمانوں سے رابطہ قائم کرنے کا موقعہ ملا، بعد میں وہ ایران کے شہر قم چلے گئے۔ جہاں انہوں نے ایک سال تک قرآن شریف کا مطالعہ کیا انہوں نے عربی اور فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اور ہیمبرگ واپس آ گئے ۲۷ سالہ شینے سمت نے مختلف طریقے سے اسلام قبول کیا یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران ان کا تعارف ایرانی عرب اور ترک مسلمانوں سے ہوا۔ ان کے انسانی رویہ سے وہ بہت متاثر ہوئیں بعد میں ان کی ملاقات ایک لبنانی مسلمان سے ہوئی۔ جو کئی سال بعد ان کے شوہر بن گئے۔ لیکن اس سے پہلے شینے نے اسلام کا مطالعہ کیا جو دو سال تک جاری رہا۔ انہوں نے اپنے دوستوں کے اسلام اور اسلام اور عیسائیت کے بارے میں طویل بحثیں کیں۔ اور آخر کار اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے سر پر رومال باندھنا شروع کر دیا اور سادہ لباس پہننے لگیں۔ پہلی مرتبہ جب وہ یونیورسٹی میں اس لباس میں گئیں تو پانچ طلبا نے ان کو گھیر لیا۔ اور ان کا مذاق اڑایا انہوں نے بتایا کہ اس کے علاوہ ان کو اس قسم کے کسی دوسرے واقعہ کا سامنا نہیں ہوا

کمیونسٹ چین میں اسلام زندہ و تابندہ ہے

اسلام کمیونسٹ چین میں نہ صرف زندہ ہے بلکہ رفتہ رفتہ اس کی اشاعت بڑھتی جا رہی ہے

آسٹریلیا کے ایک جریدہ "منارہ" کے بیان کے مطابق چین میں اسلام ایسا مذہب ہے جو چین کی ۵۵ فی صد اقلیت کے ۱۰ افراد کا مذہب ہے چین کی اقلیتوں میں ہوئی گھور، قازق، ازبک تاتار، پاؤآن کے علاوہ ایرانی تاجک چینی ہوئی شامل ہیں

سرکاری ذرائع کا بیان ہے کہ چین میں ایک کروڑ چالیس لاکھ مسلمان ہیں لیکن ان کی تعداد اس سے بھی زائد ہے، دوسرے مذہبی اقلیتوں کی طرح یہاں کے مسلمان برسوں سے مذہبی اور سیکولر آزادی سے مستفیض ہوتے ہیں جس کی ابتدا ۱۹۶۶ء میں ثقافتی انقلاب کے بعد ہوئی ہے اس سے پہلے صورت حال یہ تھی کہ بہت سے مساجد ویران تھیں، اور مسلمانوں کے ہزاروں مدارس، مذہبی ادارے اور مسجد کے دروازے بند تھے۔ لیکن موجودہ چینی حکومت نے صرف مساجد کے دروازے کھول دئے بلکہ مذہبی اداروں کو کھولنے کی اجازت دے دی، یہی نہیں بلکہ حکومت کے مصارف سے ان مساجد اور اداروں کی مرمت کی گئی اور انھیں از سر نو تعمیر کرنے کے بھی اخراجات دئے گئے، قرآن مجید کی طباعت حکومت کے مالی تعاون سے ہوئی اور مسلمانوں میں مفت تقسیم کئے گئے

حکومت نے ارکان اسلام میں سے ایک رکن حج کی ادائی کی اجازت بھی مسلمانوں کو دی چنانچہ چینی حکام ہر سال ایک ہزار مسلمانوں کو حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کیلئے سعودی عرب بھیجتے ہیں۔ چینی حکام نے شمالی مغربی صوبہ کی دارالحکومت یوردموئی کے بیس مساجد میں سے تین مسجدیں مسلمانوں کو دے دیں۔ اور شہر کے بڑے چوراہے پر قرآن مجید کے فروخت کی بھی اجازت دے دی ہے اسی طرح سترھویں دو نئی مسجدوں کی تعمیر بھی ہوئی ہے جبکہ چین کی قدیم ترین اور سب سے بڑی مسجد کی مرمت کی جا رہی ہے جس پر ۲۰ لاکھ روپے سے زیادہ خرچ ہونگے چینی لیڈر ڈینگ زاؤ پنگ کی قیادت میں جاری اصلاحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کو دوبارہ زندگی مل گئی ہے جریدہ منارہ کا کہنا ہے کہ مذہبی پیشواؤں کے بیان کے مطابق ثقافتی اصلاحات سے پہلے کے مقابلہ میں [illegible] میں عبادت گزار مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہے اور یہ بات قابل تحسین ہے کہ نوجوانوں میں اپنے مذہب سے دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے۔

امام داؤد شی کن بن کا کہنا ہے کہ بیجنگ کی نیوجی مسجد میں نماز جمعہ کیلئے ۶۰۰ کے لگ بھگ مسلمانوں کی جماعت موجود ہوتی ہے جو چینی دارالحکومت کی ۴۰ مسجدوں میں سب سے بڑی مسجد ہے۔ دوسرے مقامات سے بھی اسی طرح کی اطلاعات موصول ہوئی ہے۔ گانسو کوریڈور میں آباد وہ شہر جو کبھی چین اور مغرب کے درمیان ریشمی شاہراہ کے کام میں لایا جاتا ہے کوگا، کاشی، اکسو اور ہوتان شہروں کی مساجد میں بھی نماز پڑھنے والوں کی بڑی تعداد دیکھنے میں آتی ہے۔

امام داؤد شی کن بن کا بیان ہے کہ ملک کے مختلف دینی اداروں میں اعلیٰ تعلیمات حاصل کرنے والے نوجوانوں۔ کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جہاں وہ مساجد میں امامت کے فرائض ادا کرنے کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

مسلمانوں کیلئے علاحدہ قبرستان کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ اور مزدوروں کو عید، محرم، اور عید میلاد النبی کے مذہبی تہواروں کے موقع پر چھٹیاں دے دی جاتی ہیں، اور مسلمان اپنے مذہبی اصولوں کے تحت شادیاں کر سکتے ہیں

دینی و مذہبی فوائد کے علاوہ مسلمانوں کو چینی حکمرانوں کی جانب سے دوسری بہت سی اہم مراعات بھی دی گئیں ہیں، اور اب وہ علاقائی اور مقامی انتظامیہ میں بھی اہم کردار ادا کر رہے ہیں علاقائی حکومت کے سات ممبروں میں سے چار اور زیانوانگ صوبوں کے عوامی کانگریس کی مجلس قائمہ کے ۳۷ ممبروں میں سے ۲۶ ممبروں کا تعلق اقلیتی فرقوں سے ہے جن میں بیشتر تعداد مسلمانوں کی ہے امام داؤد بیجنگ میونسپل عوامی سیاسی مشاورتی کانفرنس کی مجلس قائمہ کے ممبر ہیں

حکومت کی لبرل زرعی پالیسیوں کی بدولت مسلمان کسانوں کو معاشی فوائد بھی حاصل ہیں حکومت کی مسلم اکثریتی علاقوں میں صنعتی ترقیاتی اسکیم کو بڑھاوا دے رہی ہے

ثقافتی نقطہ نظر سے بھی مسلمانوں کی ہر طرح کی آزادی حاصل ہے، روزنامہ۔ اخبارات، کتابیں، ٹیلی ویژن پروگرام اور فلم بھی وہ اپنے عقائد۔ واصول کے مطابق شائع کر سکتے ہیں اقلیتی فرقہ سے تعلق رکھنے والے طلبا اسکولوں میں جا سکتے ہیں

چھٹی نیشنل عوامی کانگریس نے اقلیتی فرقوں کو علاقائی خود مختاری دینے کے قانون اور بہت سے حقوق دینے کی توثیق کر دی ہے

حکومت چین کی نئی پالیسی۔ اقلیتوں کے حق میں مزید حقیقی۔ رویہ کی عکاسی کرتی ہے جو چین کی ۱۰ فیصد آبادی پر مشتمل ہیں اور اور جو ملک کی ۶۰ فیصد سے زیادہ رقبہ پر قابض ہیں

زیانوانگ صوبہ "روس، افغانستان پاکستان اور ہندوستان کی سرحدوں سے ملحق ہے جو تیل کے علاوہ قیمتی۔ معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے۔ جبکہ برما اور ویت نام سے متصل یونیاں میں لکڑی کے بڑے بڑے ذخائر ہیں

چین میں اسلام کی آمد عرب تاجروں کے ذریعہ ساتویں صدی میں ہوئی تھی۔ ان عرب تاجروں نے چین کی ساحلی آبادی میں اس نئے مذہب کی اشاعت و تبلیغ شروع کر دی تھی اور دو سو برسوں کے اندر ہی چین کے دور افتادہ علاقوں میں اسلام کی روشنی پھیل گئی تھی یہی نہیں بلکہ اس کو ونٹ ملک میں ریشمی شاہراہ سے بھی مسلمان سیاحوں کی آمد جاری ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رح کے کارنامے

محمد فہیم اختر

سچ تو یہ ہے کہ بارہویں صدی کے فاروقی مجدد جس کے ناصیہ نورانی پر ایک ... کا آغاز درخشندہ تھا، اس جامع شخصیت کے علمی کارناموں کے دفتر بے پایاں پر قلم حیران اور خود صاحب قلم بے اختیار کہتا ہے کہ ؎

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

آپ اپنی ذات سے کیا نہ تھے، ... کے بہترین شاہکار، یگانۂ روزگار، ... معارف کا بحر مواج اور دیگر علوم کا ... فیاض، مولانا فضل حق خیر آبادی رح ... میں "ایسا بحر زخار جس کا کوئی کنارہ ... کشور سخن کے اورنگ نشیں مولانا ... حسن گیلانی رح کے حسین انداز میں "آغوش ... کا ایک در تابندہ یا اسلامی ہند کے ... عہد میں خدا کا ایک وفادار بندہ" ... شبلی نعمانی رح کی تعبیر میں "جس کی نکتہ ... سنجیوں کے آگے غزالی، رازی اور ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے" ماہر القادری ... کے خراج عقیدت میں ؎

تو مبلغ تھا حدیث فخر موجودات کا
تیرے آتے ہی جنازہ اٹھ گیا بدعات کا
...سر بھی، محدث بھی، فقیہہ و شیخ بھی
اندازہ لگائے تیرے محسوسات کا

بلکہ خود آپ کے ہر بن موے ... زمزمہ ہوتا تھا کہ ؎

وانی وان کنت الاخیر زمانہ
لآت بما لم تستطعہ الاوائل

(اگرچہ میرا زمانہ بہت ہی بعد میں رہا لیکن اس کے باوجود میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیتا ہوں جو پہلے لوگ نہ کر سکے۔)

۴ شوال ۱۱۱۴ھ بروز چہار شنبہ ... صبح ہی وقت طلوع شفق کے ساتھ ... خورشید علم و فضل بھی ضلع مظفر نگر کے پھلت میں طلوع ہوا، وہ دور اخلاقی و روحانی پستی کے اعتبار سے نہایت شرمناک دور تھا اور سیاسی لحاظ سے سلطنت ... چراغ سحری بن چکی تھی، آپ نے ... محترم شاہ عبدالرحیم سے بیشتر علوم حاصل ...

پھر تیس سال کی عمر میں حجاز مقدس کی حاضری نصیب ہوئی، ایک سال سے کچھ زیادہ قیام فرمایا اور اس "مثابۃ للناس" میں دنیا کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے علماء نیز مشائخ حرمین خصوصاً شیخ ابو طاہر مدنی رح سے خوب خوب استفادہ کیا، یہیں آپ کی وہ ذہنی و فکری تربیت ہوئی جس کا ظہور ۱۱۴۵ھ میں واپسی کے بعد تجدیدی کارناموں کی شکل میں ہوا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے "دعوت و عزیمت جلد پنجم صفحہ ۱۳۱" پر آپ کے کارناموں کو سات خانوں میں تقسیم کیا ہے ہم ایجاز و اختصار ملحوظ رکھتے ہوئے ان پر کچھ وضاحتی گفتگو کریں گے۔

اصلاح عقائد و دعوت الی القرآن

واقعہ یہ ہے کہ اس عہد میں عقائد بالکل بگڑ چکے تھے، عوام کالانعام کو تو جانے دیجئے خود خواص کا یہ حال تھا کہ ان کے عقائد کے ڈانڈے شرک کے حدود کو چھو رہے تھے، آپ نے اس وبائے عام کے علاج کے لئے قرآن کے فہم و تدبر کا سب سے مؤثر طریقہ اپنایا۔ ۱۱۵۱ھ میں "فتح الرحمان" کے نام سے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ اور اس کی اشاعت کا کام شروع کیا، اسی سلسلہ کی ایک کڑی "الفوز الکبیر" کی تصنیف ہے جو اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے۔ درس قرآن کا سلسلہ جاری کیا، توحید کی علمی تنقیح و تحقیق کی اور "العقیدۃ الحسنہ" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر توحید کی راہ مستقیم دکھلائی۔

حدیث و سنت کی اشاعت و ترویج اور فقہ و حدیث میں تطبیق کی دعوت و سعی

علوم دینیہ کے دوسرے سرچشمہ علم حدیث کے ساتھ بے اعتنائی برتی جا رہی تھی، مولانا سید سلیمان ندوی رح کے بلیغ و جامع الفاظ میں "فقہ و فتاوی کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیش نظر تھی، مسائل فقہ میں تحقیق و تدقیق مذہب کا سب سے بڑا جرم تھا" (بحوالہ دعوت و عزیمت ج ۵ ص ۶۴)

حجاز مقدس سے واپسی کے وقت استاذ محترم شیخ ابو طاہر مدنی رح سے آپ نے فرمایا تھا کہ "میں نے جو کچھ پڑھا تھا سب بھلا دیا سوائے علم حدیث کے" واپس آتے ہی حدیث شریف کی تشریح و تفہیم، تدریس و تعلیم، اور نشر و اشاعت میں پوری طرح مصروف ہو گئے۔

اس سلسلہ میں آپ نے مؤطا امام مالک رح کی فارسی شرح باسم "مصفی" اور عربی شرح باسم "مسوی" نیز "شرح تراجم ابواب بخاری" تصنیف فرمائی۔

فقہ و حدیث کے دو متوازی سلسلے چلے آ رہے تھے، آپ نے تطبیق بین الفقہ والحدیث کا کارنامہ انجام دیا، اجتہاد و تقلید کے درمیان ایک راہ اعتدال ہموار کی اور "الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف" کا اپنے موضوع پر منفرد رسالہ اور "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید" کی بضاعت کمتر بقیمت بہتر کتاب کے ذریعہ اس راہ کے راہروں کے لئے منارۂ نور و نشان منزل قائم کر دئے۔ ؎

عقل و مذہب کو ہمیا تو نے اول بارے
صبح میں جیسے نمایاں ہو دھندلکا رات کا

شریعت اسلامی کی مربوط و مدلل ترجمانی اور اسرار و مقاصد حدیث و سنت کی نقاب کشائی۔

آپ نے مکہ معظمہ کے دوران قیام ایک خواب دیکھا کہ حضرات حسنین رض نے آپ کو قلم عطا کیا اور فرمایا کہ یہ ہمارے نانا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قلم ہے، یہ اشارہ تھا کہ اللہ تعالی کو آپ سے دین کی نئی نوعیت کی شرح کا کام لینا ہے۔ چنانچہ آپ کے ہاتھوں اسلام کے پورے نظام شرعی کی حکیمانہ توجیہ و تشریح کا کارنامہ "حجۃ اللہ البالغہ" اور "البدور البازغہ" کی شکل میں منصۂ شہود پر آیا، جس کے ذریعہ اس عہد میں یقیناً اللہ کی حجت تمام ہوئی، مختلف موضوعات پر مشتمل اس مایہ ناز تصنیف کا ہر ہر لفظ اپنی شیرینی و دلکشی میں کوثر و تسنیم سے دھلا ہوا اور اس کے ہر ہر صفحہ پر آپ کے دریائے علم کی طغیانی اور رہوار قلم کی جولانی نظر آتی ہے۔

اسلام میں خلافت کے منصب کی تشریح، خلافت راشدہ کے خصائص اور اس کا اثبات اور رد روافض

آپ نے بحر قرآن کی غواصی کر کے دلائل قاطعہ کے ذریعہ خلفائے راشدین کی خلافت کا اثبات کیا اور وہ شہرۂ آفاق کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" بزبان فارسی تصنیف فرمائی کہ بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی "اپنی بعض خصوصیات کی بنا پر اپنے موضوع پر لاثانی ہے اور یقیناً اس وقت تک آخری کتاب ہے۔ تمام کتاب وجد آفریں اور ولولہ انگیز علمی و ذوقی نکات سے لبریز ہے" (حوالہ، الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص ۲۵۸)

امت کے مختلف طبقات کا احتساب اور ان کو دعوت اصلاح و انقلاب

ان تمام کارناموں اور عظیم تصنیفی خدمات کے ساتھ آپ معاشرہ کے مختلف طبقات سے بھی پوری طرح باخبر تھے، چنانچہ اپنی کتاب "تفہیمات" میں بہت ہی مؤثر اور دل نشیں پیرایۂ بیان میں مختلف طبقات امت سے خصوصاً و عموماً خطاب کیا ہے پھر امراض کی تشخیص اور علاج تجویز کیا ہے اس کتاب کی ہر ہر سطر سے ایسا معلوم پڑتا ہے کہ آپ کا قلم نغمہ زن کی انگلی کی طرح رباب دل کے تاروں سے کھیل رہا ہے۔

سیاسی انتشار اور حکومت مغلیہ کے دور احتضار میں شاہ صاحب رح کا مجاہدانہ و قائدانہ کردار

سیاسی انتشار اور حکومت مغلیہ کے دور احتضار میں مصائب و حوادث کے گرد و غبار بلکہ ان کی موسلا دھار بارش کے درمیان زیر آسمان بیٹھ کر تصنیف و تحقیق کا کام کیا، علامہ اقبال رح کا یہ شعر حقیقت حال کی سچی تصویر معلوم ہوتا ہے۔ ؎

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دئیے ہیں انداز خسروانہ

لیکن ان سب کے ساتھ سیاسی میدان میں بھی قائدانہ کردار ادا کیا، "دلی" کی زبوں حالی نے آپ کے دل کو مضطرب کر رکھا تھا، آپ نے اپنی فراست ایمانی سے اس عہد کی دو عظیم شخصیتوں نجیب الدولہ اور احمد شاہ ابدالی کا انتخاب کیا مراسلات کے ذریعہ ان کی ایمانی چنگاری کو فروزاں کر کے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی، بالآخر ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے تاریخی میدان میں مرہٹوں اور افغانوں اور ہندوستانی اسلامی متحدہ محاذ کے درمیان وہ فیصلہ کن جنگ ہوئی جس نے ہندوستان کی تاریخ کا رخ بدل دیا۔

(بقیہ ص ۹ پر)

AMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA. LUCKNOW-226007 (India)

جب خریدیں تب اصلی

نقلی نورانی تیل ہرگز نہ خریدیں

* اگر نورانی تیل کے لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 چھپا ہے تب اصلی
* اگر کیپسول پر ٹریڈمارک ہے تب مئو کا اصلی نورانی تیل ہے۔

اکثر دوکاندار دو کوڑی والا نقلی نورانی تیل بیچتے ہیں۔ نقلی بنانے والے اپنا صحیح نام پتہ چھپا کر غلط طور سے ہمارا مئوناتھ بھنجن کا پتہ لکھ فراڈ کرتے ہیں اور ہمارے اصلی نورانی تیل اور ٹریڈمارک کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں، اگر نورانی تیل کے لیبل اور کیپسول پر مذکورہ علامات نہیں ہیں تو بالکل نقلی اور جعلی ہے، ڈرگ انسپکٹر سے اسکی جانچ کرالیں، دوکانداروں کے فریب میں نہ آئیں۔ مذکورہ پہچان دیکھ کر ہمیشہ مئو کا اصلی نورانی تیل خریدیں۔

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی مئوناتھ بھنجن۔یو۔پی

چمنی پرانی ٹانک

شربت نزلہ
کھانسی، نزلہ زکام کے لئے

دماغین
تمام دماغی کام کرنے والوں کے لئے نایاب تحفہ

خون صفا
خون کی خرابی سے پیدا ہونے والی بیماریوں کی دوا

چند شہرہ آفاق یونانی دوائیں

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

مجلس تشخیص و تجویز کو اپنی بیماری کے حالات لکھ کر طبی مشورہ مفت حاصل کیجئے

بمبئی کے عوام کا فیصلہ

کیفے فردوس کی چکن تندوری کا جواب نہیں جو ذائقے میں بے مثال ہے

اسکے علاوہ
عمدہ چکن بریانی، مٹن بریانی
اور دوسرے
مغلائی کھانے
لذیذ و خوش ذائقہ
چائنیز کھانے

مثلاً چکن چلی، چکن من چو سوپ، چکن من چورین وغیرہ

اور مزیدار ویجیٹیرین کھانے

مثلاً نورتن قورمہ، ویج جے پوری، ویج مکھن والا وغیرہ

نیز تازہ پھلوں کے جوس اور آئسکریم وغیرہ

بمبئی میں اصل ذائقہ دار مغلائی چائنیز اور ویجیٹیرین کھانوں کیلئے صرف ایک عالیشان مقام

کیفے فردوس

154 جانسن گراسٹریٹ، کرافورڈ مارکیٹ کے سامنے بمبئی

فون: 348634 - 314408

حقہ کیلئے خوش ذائقہ

خمیرہ مشکی

ہمیشہ استعمال کیجئے

جو ہندوستان کے علاوہ

غیر ممالک میں بھی مقبول ہے

اعلیٰ و معیاری حقہ تمباکو کے مینوفیکچررز اینڈ ایکسپورٹرز

آزاد بھارت تمباکو فیکٹری

آفس:۔ نادان محل روڈ، لکھنؤ۔ یو۔پی (انڈیا) فون: 82803

فیکٹری:۔ شیخ پور، عالم نگر روڈ، لکھنؤ۔ یو۔پی (انڈیا) فون: 51254

RES:83429 TELEX 0535-345 AZAD.IN.GRAM,KHMIRA,LUCKNOW

پرنٹر پبلیشر جمیل احمد ندوی نے امیت آفسیٹ پریس، گولہ گنج، لکھنؤ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا